Al-Raqim (Research Journal of Islamic Studies)
Volume 02, Issue 02, October-December 2024.
Open Access at: https://journals.iub.edu.pk/index.php/alraqim/index
Publisher: Department of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur, Rahim Yar Khan Campus, Pakistan
Email: editor.alraqim@iub.edu.pk

تحریک استشراق کے علامہ شبلی نعمانی پر اثرات: سیرۃ النبی کا خصوصی مطالعہ

Effects of Orientalism on Allamah Shibli Nomānī: A Special Study of Sirat-ul-Nabi

Dr. Allah Ditta
Assistant Professor Islamic Studies Department Federal Govt Degree College for Women Multan Cantt
Email: profabughufran475@gmail.com Cell#+923005113462

***Abstract**:*

This article mainly discusses the effects of orientalism in Sirat-ul-Nabi the renowned book of Allamah Shibli Nomānī. Allama Shibli Nomānī's Seerat-ul-Nabi is considered one of the best biographical books in Urdu language and is well-known among the people of Indo-Pak but there is some distinctiveness at many places in his book which scholars have pointed out. Even his disciple Syed Sulaimān Nadvī has also specified the wrongness of his position at a few places. This negation is also necessary because if the predecessors' sayings, inferences, and arguments are against the Book and Sunnah or the Ummah, then it should not be hidden, but it should be exposed in view of Al-Dīn al-Naṣīḥaḥ. This should be revealed with honesty and this work is even more important and necessary than new writings. If this duty is not fulfilled, a section of the Ummah will suffer great harm because there are thousands of people who follow these greats and the People are unable to discriminate between right and wrong, so they start imitating mistakes along with good words and its influence spread in the entire nation. Therefore, under this purpose, these matters have been described, otherwise the stature of Allamah Shibli Nomānī is very high and will always be. However, clearing up misconceptions regarding the life of Allah's Messenger is more crucial. Furthermore, it will censoriously examine Allamah Shibli Nomānī's opinions regarding several fundamental characteristics of Sirat-ul-Nabiﷺ.

Key Words: Seerah, Holy Prophet ﷺ , Shibli Nomani, Sirat-ul-Nabi, Orientalism

Al-Raqim Research Journal, Department of Islamic Studies, IUB, RYK Campus is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

رسول اللہ ﷺ کی سیرت مبارکہ کے بارے میں قرون اولی سے لے کر آج تک لکھا جارہا ہے اور ہمیشہ لکھا جاتا رہے گا۔ سیرت النبی ﷺ ایک بہت ہی حساس اور نازک موضوع ہے جس میں ادنی سی بھی کمی بیشی نہ صرف یہ کہ عظیم دینی و دینوی اور ملی و اخلاقی نقصان کا باعث ہوگی بلکہ آخرت کے لحاظ سے بھی خسروان کا سبب بن سکتی ہے۔ اسی لیے سیرت النبی ﷺ پر قلم اٹھانے والے قلم کاروں نے اس نازک موضوع کا خیال رکھا اور بشری استطاعت کی حد تک اسے نبھانے کی پوری کوشش بھی کی لیکن انسان خطا کا پتلا ہے اور غلطی کا ہو جانا اس کی عظمت کے منافی نہیں البتہ جانتے بوجھتے ہوئے اس کا ارتکاب کرنا یا اس پر ڈٹے رہنا اس کی عظمت کے خلاف ہے۔ برصغیر پاک وہند میں گزشتہ صدی میں سیرت النبی ﷺ پر جتنا کام اردو زبان میں ہوا ہے۔ اتنا کام شائد دنیا کی کسی زبان میں نہیں ہوا ہوگا۔ اردو زبان میں اس سیرتی ادب و تصنیفی انقلاب کے ایک سرخیل علامہ شبلی نعمانی ہیں جنھوں نے اپنی معرکۃ الآراء تصنیف سیرۃ النبی ﷺ قلم بند فرما کر اپنے نام کو ہمیشہ کے لیے امر کر لیا۔ وہ اپنی پوری زندگی کا حاصل اس تصنیف کو گردانتے تھے۔ ان کا مقصد تھا کہ وہ اس تصنیف کے ذریعے اپنی آخرت کو بہتر بنا سکیں۔ سیرۃ النبی ﷺ کا شمار اردو زبان کی مستند سیرت کی کتابوں میں کیا جاتا ہے۔ ان کی تصنیف کا محرک و مقصد مستشرقین کے سوالات کے جوابات دینا بھی تھا جو مستشرقین نے مطالعہ سیرت کے دوران رسول اللہ ﷺ کی ذات پر وارد کیے ہیں۔ اس ضمن میں بہت سے سوالات پیدا ہوتے ہیں کہ کیا انہوں نے اپنی کتاب میں استشراقی فکر کے کماحقہٗ جواب دیئے ہیں؟ یا وہ استشراقی فکر کا جواب دیتے ہوئے کہیں خود استشراقی فکر سے متاثر تو نہیں ہو گئے؟ اور کیا انہوں نے اپنی کتاب میں مسلمہ اسلامی عقائد و نظریات اور واقعات و افکار کا انکار تو نہیں کر دیا؟ کیا وہ کسی تجدد پسندی اور تفرد پسندی کا شکار تو نہیں ہو گئے؟ یہ اور اس طرح کے دیگر بہت سے سوالات کے جوابات اس تحقیق میں بیان کیے گئے ہیں۔ اس تحقیق میں تاریخی و تجزیاتی اور تقابلی طریقہ کار کو اختیار کر کے حاصل بحث و نتائج کو واضح کیا گیا ہے۔ ان سطور میں انہی امور کا ایک انتہائی مختصر اور طائرانہ جائزہ لیا گیا ہے۔

علامہ شبلی نعمانی کا تعارف

علامہ شبلی نعمانی کے والدین کا تعلق اعظم گڑھ کے ایک دین دار گھرانے سے تھا۔ والد محترم شیخ حبیب اللہ راجپوتوں کے خاندان سے تھے اور والدہ ماجدہ حاجی قربان قنبر انصاری مرحوم کی صاحبزادی تھیں۔ نیک اور دیندار بی بی تھیں جو تہجد کا بھی ناغہ نہیں کرتی تھیں۔ خاندان کے مورث اعلی شیوراج سنگھ نے اسلام قبول کر کے سراج الدین نام اختیار کیا۔ شبلی نعمانی کی ولادت ذی قعدہ 1274ھ بمطابق مئی 1857ء میں اعظم گڑھ میں ہوئی۔ والدین نے نام محمد شبلی رکھا ان کے استاد مولانا فاروق صاحب چریا کوٹی نے امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کی طرف نسبت کرتے ہوئے نعمانی لقب رکھ دیا جو انہیں اتنا پسند آیا کہ وہ اپنا نام شبلی نعمانی ہی لکھنے لگے[1] مولوی فیض اللہ، مولوی علی عباس چریا کوٹی، مولانا ہدایت اللہ خان جون پور، مولانا ارشاد حسین، مولانا فیض الحسن، مولانا احمد علی سہارن پوری، وغیرہ سے مختلف علوم وفنون پڑھے مگر ان کے خاص استاد محمد فاروق چریا کوٹی تھے جن کے بارے میں خود علامہ لکھتے ہیں کہ میری تمام تر کائنات ان کے افادات ہیں۔[2] وکالت کا امتحان 1880ء میں پاس کر کے وکالت شروع کر دی۔ ان کی کتابوں میں سے الغزالی، المامون،

---

[1] ۔ندوی، سید سلیمان، حیات شبلی (اعظم گڑھ: دار المصنفین شبلی اکیڈیمی، 2008ء) 78۔99

Nadwī, Sayyid Sulaymān, Ḥayāt Shiblī (Azamgarh: Dār al-Muṣannifīn Shiblī Academy, 2008) pp. 78–99.

[2] ۔ایضاً، 91

Ibid, p. 91

سیرۃ النعمان، الفاروق، سوانح مولانا روم، علم الکلام، المامون، موازنہ دبیر و انیس، شعر العجم، مقالات شبلی اور سفر نامہ روم و مصر و شام مشہور ہیں اس کے علاوہ کچھ کتب عربی اور فارسی زبان میں بھی لکھیں۔[3] مگر جو شہرت و عظمت سیرۃ النبی ﷺ کو ملی وہ کسی اور کتاب کو نصیب نہ ہو سکی۔ 1914ء میں یہ ستارہ علم اپنی ضیاپاشیوں سے ایک عالم کو منور کرنے کے بعد ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھپ گیا لیکن علم کی جو شمعیں روشن کی تھیں وہ آج بھی نیر و تاباں ہیں۔

علامہ شبلی نعمانی پر استشراق کے اثرات

تحریک استشراق کا بنیادی مقصد اسلامی عقائد و نظریات کو مسخ کرنا، حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کرنا، تخریبی جذبات و نظریات کو پروان چڑھا کر اسلام اور بانی اسلام کو منفی شکل میں پیش کرنا ہے۔ اگرچہ موجودہ مفکرین اپنی ترجیحات و نقطہ نظر کو بدل چکے ہیں اور اس نقطہ نظر کو اب استشراقی مفکرین میں بھی سراہا نہیں جاتا۔ بہت سے معتدل مستشرقین نے خود اس فکر کی مخالفت کی لیکن ان کے اہداف و مقاصد آج بھی وہی ہیں۔ آج بھی بہت سے علمی حلقوں میں یہ منفی فکر موجود ہے اور وہ مفکرین برملا اپنے رجحان و میلان کا اظہار کرتے نظر آتے ہیں۔ علامہ شبلی نعمانی نے اپنی کتاب میں اسی استشراقی فکر کے سوالات کے جوابات دینے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ اس ضمن میں انہوں نے استشراقی فکر کا گہرائی و گیرائی سے مطالعہ کیا اور اسلام اور بانی اسلام کی ذات پر اچھالے گئے اعتراضات کے جوابات بیان کیے۔ لیکن یہ ایک عام سی بات ہے کہ جب بندہ کسی فکر کا مطالعہ کرتا ہے تو بسا اوقات وہ خود بھی غیر محسوس طریقے سے انہی نظریات کو اپنا بھی لیتا ہے۔ ایسا ہی کچھ علامہ شبلی نعمانی کے ساتھ ہوا اور انہوں نے استشراقی فکر کے جوابات تو بہت سے مقامات پر بیان کیے لیکن وہ خود بھی استشراقی فکر کا شکار ہو گئے اور بہت سے ثابت شدہ حقائق و نظریات کا انکار کر دیا اور تفرد و تجدد پسندی کی راہ کو اپنا لیا۔ علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری لکھتے ہیں کہ سیرت نگار کی ایک ذمہ داری یہ ہے کہ مستشرقین کے اٹھائے ہوئے اعتراضات کا جواب دے لیکن بہت سے قلم کار مرعوبیت کا شکار ہو جاتے ہیں اور بجائے جواب دینے کے معذرت خواہانہ رویہ اختیار کر لیتے ہیں۔ علامہ شبلی نعمانی کی تالیف سیرۃ النبی ﷺ میں جا بجا اس رویے کی جھلک دیکھی جا سکتی ہے۔[4]

علامہ محمد ادریس کاندھلوی علامہ شبلی نعمانی اور ان کے ہم نواؤں کی فکر کی تین بنیادی خصوصیات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

1. اس دور میں اگرچہ سیرت نبوی پر چھوٹی اور بڑی بہت سی کتابیں لکھی گئیں اور لکھی جا رہی ہیں لیکن ان کے مؤلفین اور مصنفین زیادہ تر فلسفہ جدیدہ اور یورپ کے فلاسفروں سے اس قدر مرعوب اور خوفزدہ ہیں کہ یہ چاہتے ہیں کہ آیات و احادیث کو توڑ موڑ کر کسی طرح فلسفہ اور سائنس کے مطابق کر دیں۔ اور انگریزی تعلیم یافتہ نوجوانوں کو یہ باور کرا دیں کہ عیاذاً باللہ آں حضرت ﷺ کا کوئی قول اور کوئی فعل مغربی تہذیب و تمدن اور موجودہ فلسفہ اور سائنس کے خلاف نہ تھا۔

---

[3] الاعظمی، محمد الیاس، ڈاکٹر، کتابیات شبلی (اعظم گڑھ: دارالمصنفین شبلی اکیڈمی، 2011ء) 31-32
Al-Aʿẓamī, Muḥammad Ilyās, Dr., Kitābiyyāt Shiblī (Azamgarh: Dār al-Muṣannifīn Shiblī Academy, 2011) pp. 31–32.

[4] شرف قادری، محمد عبدالحکیم، حرف آغاز مشمولہ غزوات النبی مصنفہ نور بخش توکلی (لاہور: پاکستان سنی رائٹرز گلڈ ریلوے روڈ، 1404ھ / 1981ء) 3
Sharaf Qādrī, Muḥammad ʿAbd al-Ḥakīm, Ḥarf-e-Āghāz, included in Ghazawāt al-Nabī by Nūr Bakhsh Tawakkalī (Lahore: Pakistan Sunni Writers Guild, Railway Road, 1404 AH / 1981) p. 3.

2. یہی وجہ ہے کہ جب معجزات اور کرامات کا ذکر آتا ہے تو جس قدر ممکن ہوتا ہے اس کو ہلکا کر کے بیان کیا جاتا ہے اگر کہیں راویوں پر بس چلتا ہے تو جرح و تعدیل کے ذریعہ سے محدثانہ رنگ میں ان روایات کو ناقابل اعتبار بنانے کی کوشش کی جاتی ہے اور اسماء الرجال کی کتابوں سے جرح کے اقوال تو نقل کر دیتے ہیں اور توثیق و تعدیل کے اقوال نقل نہیں کرتے جو سراسر امانت اور دیانت کے خلاف ہے۔ اور قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَ تُخْفُوْنَ كَثِيْرًا[5] کا مصداق ہے اور جہاں راویوں پر بس نہیں چلتا۔ وہاں صوفیانہ اور محققانہ رنگ میں آکر تاویل کی راہ اختیار کی جاتی ہے جس سے آیت اور حدیث کا مفہوم ہی بدل جاتا ہے۔

3. اور جب خداوند ذوالجلال کے باغیوں سے جہاد و قتال کا ذکر آتا ہے تو بہت پیچ و تاب کھاتے ہیں اور اس کو اسلام کے چہرہ پر ایک بدنما داغ سمجھ کر دھونے کی کوشش کرتے ہیں یہ تو ممکن نہ ہوا کہ اعداء اللہ سے جہاد و قتال کی آیات و احادیث کا انکار کر سکیں۔ اس لیے تاویل کی راہ اختیار کی کہ یہ غزوات وسرایا اعلاء کلمۃ اللہ یعنی اللہ کا بول بالا کرنے اور آسمانی بادشاہت قائم کرنے اور قانون خداوندی کو علی الاعلان جاری کرنے کے لئے نہ تھے بلکہ محض اپنی حفاظت اور جان بچانے اور دشمنوں کی مدافعت کے لیے تھے۔[6]

علامہ عبد الرؤف داناپوری علامہ شبلی نعمانی پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یورپ کے اس پروپیگنڈا کی وجہ سے آج مسلمانوں میں ایک جماعت پیدا ہو گئی ہے جو اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے جہاد بالسیف کو بہت برا سمجھتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے غزوات کو اسلامی تاریخ پر بدنما داغ سمجھتی ہے اور اپنے دانست میں وہ اسلامی خدمت اسی کو سمجھتی ہے کہ اسلامی تاریخ سے یہ بدنما داغ مٹا دیا جائے مگر آیات قرانی کی کثرت، احادیث صحیحہ کا دفتر اس کو یہ کرنے نہیں دیتا لہذا اس نے یہ تاویل پیدا کی ہے کہ یہ سارے غزوات مدافعت اور حفاظت خود اختیاری کے لیے تھے۔ اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے نہ تھے۔ کچھ سطور کے بعد لکھتے ہیں کہ اسلام کے یہ جدید وکلا فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے جہاد نہیں کیا۔ توحید کے قیام کے لئے جہاد نہیں کیا۔ بت پرستی کو مٹانے کے لیے جہاد نہیں کیا۔ دنیا میں نیکی پھیلانے کیلئے جہاد نہیں کیا۔ جتنے غزوات رسول اللہ نے کیے اور جتنی لڑائیاں صحابہ لڑے وہ صرف اپنی حفاظت اور اپنے بچاؤ کے لئے انہوں نے مدافعت کی تھی انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ جواب کیوں دیا جاتا ہے۔ صرف اس لیے کہ ذہنی غلامی نے ہم کو اس قابل نہیں رکھا اور ہمت و شجاعت کے وہ شریفانہ جذبات ہمارے اندر باقی نہ رہے۔ جس سے ہم سمجھ سکیں کہ رسول اللہ ﷺ اور ان کے متبعین پر اعلاء کلمۃ اللہ کا حق اپنی حفاظت اور مدافعت سے زیادہ ضروری ہے وہ اپنے تمام مخالفین اور بڑے سے بڑے دشمن کو معاف کر سکتے تھے مگر خدا کی مخالفت اور بت پرستی اور شرک کی اشاعت کو معاف نہیں کر سکتے تھے۔[7]

---

[5]۔ القرآن، سورۃ الانعام، 6:91

Al-Qur'an, Surat al-An'am, 6:91

[6]۔ کاندھلوی، محمد ادریس، سیرۃ المصطفی (کراچی: کتب خانہ مظہری گلشن اقبال، س۔ن) 15:1

Kandhalvi, Muhammad Idris, Sirat al-Mustafa (Karachi: Mazhari Gulshan Iqbal Library, N.D.) 1 p. 15

[7]۔ داناپوری، ابو البرکات عبد الرؤف، اصح السیر (کراچی: مجلس نشریات اسلام ناظم آباد، 2011ء) 30

علامہ نے اپنی کتاب میں رسول اللہ ﷺ کی نبوی حیثیت کو یکسر نظر انداز کر دیا۔ انہوں نے اپنی کتاب میں رسول اللہ ﷺ کو جس انداز سے پیش کیا ہے، اس بارے میں ڈاکٹر سید عبد اللہ لکھتے ہیں کہ انہوں نے آنحضرت کو ان کی جامعیت کبری کے باوجود انسان اور بشر ہی تصور کیا ہے اگرچہ آپ کی ذات روحانیت کامل اور نزاہت اور پاکیزگی کا ارفع اور اکمل نمونہ بھی تھی۔ بشریت اور معقولیت کا یہ رجحان دبستان سرسید کا مشترک رجحان ہے۔[8] یعنی انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی عبقریت و غیر معمولی حیثیت کو تو پیش نظر رکھا لیکن نبوت و وحی اور معجزے کے پہلو کو نظر انداز کر دیا اور اخلاقی مصلح و رہنما کے طور پر تو پیش کیا لیکن نبوی منصب کو فراموش کر دیا۔ اسی رجحان کو وہ بشریت اور معقولیت کا رجحان کہتے ہیں لیکن در حقیقت یہی رجحان ہی استشراقی فکر سے مرعوبیت کا نتیجہ ہے۔ اسی وجہ سے بہت سے مسلمات کا انکار کر دیا گیا۔

علامہ شریف الحق امجدی شبلی نعمانی پر استشراق کے اثرات کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ حقائق ان محققین کے مرعوبانہ انکار سے ہر گز ہر گز بے اثر نہیں ہو سکتے اور نہ مستشرقین نے جو مہمل اعتراضات کیے ہیں ان کا جواب یہ ہے کہ سچی بات کو جھوٹی کہی جائے بلکہ معترضین نے ان کی تصویر کشی میں جو خیانتیں کی تھیں ان کو بے نقاب کر دیا جائے اور بس۔ جدید مصنفین کے طرز عمل نے ایک نیا سوال کھڑا کر دیا کہ ان کے رویہ نے بتا دیا کہ حضور سید عالم ﷺ کی سیرت پاک کے جس حصہ پر یورپین دریدہ دہنوں کا جو اعتراض ہے وہ اپنی جگہ درست ہے۔ سیرت پاک کا یہ جز ضرور ایسا ہی ہے جیسا کہ یورپین معترضین کہہ رہے ہیں اب ہر منصف بتائے کہ آپ نے گندگی دور کی یا اس کو اور گھناؤنی کر دیا۔ وہ تو غیر تھے ان کے لکھنے اور کہنے سے کیا ہوتا ہے ؟ آپ تو اپنے بن کر غیروں کی تعریف کر گئے اس طرح جو تسمہ لگا تھا آپ نے اسے بھی علیحدہ کر دیا۔ خون کے آنسو بہانے کے لئے یہی کیا کم تھا کہ آگے بڑھ کر فضائل و معجزات کی ہزارہا احادیث کو بے اصل ثابت کرنے اور واقعات سیر کی لاکھوں جزئیات کو جھٹلانے کے لیے آئمہ محدثین پر ایسی متعصبانہ یک طرفہ تنقیدیں کی جاتی ہیں کہ جس کے بعد کتب احادیث و سیر کا درجہ داستان الف لیلہ و طلسم ہوشربا کے ہم پلہ ہو جاتا ہے۔ اپنے مطلب کی باتیں ثابت کرنی ہوتی ہیں تو صرف بخاری و مسلم تک نظر محدود نہیں رہتی بلکہ ابن تیمیہ اور ابن قیم کے تہوارات اور خرافات بھی مستند ہو جاتے ہیں اور جہاں حضور سید عالم ﷺ کے فضائل و معجزات کی باری آتی ہے تو امام احمد بن حنبل، امام ابو عبد اللہ حاکم، امام قاضی عیاض، ابو نعیم، ابن ابی شیبہ، علامہ جلال الدین سیوطی، علامہ ابن حجر عسقلانی، علامہ احمد خطیب قسطلانی، شیخ محقق عبد الحق دہلوی جیسے اساطین ملت غیر مستند ہو جاتے ہیں۔[9]

مفتی محمد یوسف بنوری لکھتے ہیں کہ علامہ شبلی نے اپنی کتب و رسائل کو ایسے امور سے بھر دیا ہے جن کو خدا اور سول پر ایمان رکھنے اور قلب میں ایمانی ٹھنڈک محسوس کرنے والا اور شرح صدر کی دولت سے مالامال شخص قبول نہیں کر سکتا۔ موصوف اپنے بہت سے نظریات میں

Dana Puri, Abdul Rauf, Asah-al-Seer (Karachi: Majlis-e-Nashriyat Islam Nazimabad, 2011) p. 30

[8] ۔ محمد عبد اللہ، ڈاکٹر سید، سرسید احمد خان اور ان کے نامور رفقاء کی اردو نثر کا فنی اور فکری جائزہ (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 2008ء) 108
Muhammad Abdullah, Dr. Syed, Sir Syed Ahmad Khan or ink Rufaqa ki Urdu nasar ka fani or fikri jaiza (Lahore: Milestone Publications, 2008) p. 108

[9] ۔ امجدی، شریف الحق، اشرف السیر (مئو: دائرۃ البرکات کریم الدین پور برکات نگر گھوسی، 1420ھ/1999ء) 20۔21
Amjadi, Sharif-ul-Haq, Ashraf-ul-Sir (Mio: Dayrat al-Barakat Karimuddin Pur Barakat Nagar Ghosi, 1420 AH/1999 AD) pp. 20-21

سرسید سے متفق نظر آتے ہیں، مورخ موصوف کے عذر کو قبول کرتے ہوئے آخری حد یہ ہے کہ ہم ان کو غالی معتزلی شمار کریں ورنہ ان کا معاملہ بھی نازک اور ان کے افکار نہایت خطرناک ہیں۔ آگے لکھتے ہیں کہ جب اس شخص کا یہ حال ہے تو اس کے پیروؤں اور (روحانی) اولاد کا کیا حال ہوگا؟ بلاشبہ توفیق خیر تو اللہ تعالی کی عنایت ہے اور سیدھی راہ کی طرف ہدایت بھی اس کے قبضہ قدرت میں ہے۔ ان مورخ موصوف (مولانا شبلی نعمانی) کے پیروکاروں پر بھی حیرت ہے کہ موصوف نے جہاں اسلام کے مخالفت کی اور صریح احادیث کے خلاف افکار اختیار کیے ہیں، وہاں یہ لوگ ان علمی غلطیوں پر پردے کیوں ڈالتے ہیں؟ مزید لکھتے ہیں کہ ان سب لوگوں کی قران وحدیث اور تاریخ کے متعلق کئی ہفوات ہیں جو قابل تنبیہ ہیں لیکن یہ مقام ان کے تذکرے کا نہیں ہے۔[10]

شیخ محمد اکرام علامہ شبلی نعمانی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ حقیقت نگاری کو مطمح نظر بناتے ہوئے، ہمیں اس خیال سے بھی تقویت ہوتی ہے کہ یہ وہی طریقہ کار ہے جس کی شبلی تلقین کرتا تھا۔ ہمیں اس بات کا بھی یقین ہے کہ اس عمل سے شبلی کی اصل عظمت اور سربلندی میں (جو علمی، ادبی اور فنی ہے)۔ (اور مذہبی۔ اخلاقی یا روحانی نہیں) کوئی فرق نہیں آئے گا۔[11] علامہ شبلی نعمانی کے انہی تفردات[12] کی وجہ سے ان پر کفر کا فتوی بھی لگایا گیا تھا جو بعد میں واپس لے لیا گیا چنانچہ علامہ عبد الماجد دریابادی لکھتے ہیں کہ مولانا تھانوی کا فتوی شائع ہو گیا مولانا شبلی اور مولانا حمید الدین کافر ہیں اور چونکہ مدرسہ انہی دونوں کا مشن ہے اس لئے مدرسۃ الاصلاح کفر و زندقہ ہے۔ اور اس کے تمام متعلقین کافر و زندیق ہیں یہاں تک کہ جو علماء اس مدرسہ کے جلسوں میں شرکت کریں وہ بھی ملحد و بے دین ہیں۔[13] اگرچہ علامہ تھانوی نے بعد میں اپنے اس فتوی میں نرمی کر لی تھی جس میں بقول علامہ دریابادی ان کا بہت زیادہ دخل تھا۔[14]

یہی وجہ تھی کہ علامہ شبلی نعمانی کے ہم عصر علماء نے ان کی کتاب سیرۃ النبی ﷺ کا محاکمہ کیا اور اس کتاب کے رد میں مقالات و

---

[10]۔ بنوری، محمد یوسف، منتخبات اصول تفسیر وعلوم القران ترجمہ یتیمۃ البیان فی شیء من علوم القران مترجم سید سلیمان یوسف بنوری (کراچی: مکتبہ بینات جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، 2020ء/1441ھ) 124-125

Banuri, Muhammad Yusuf, Muntakhiban Usul Tafsir wa Uloom al-Qur'an, Translation of Yatima Al-Bayan Fi Shi min Ulum al-Qur'an, translated by Syed Sulaiman Yusuf Banuri (Karachi: Maktaba Bayyinat Jamiat Uloom al-Islamiya Allama Banuri Town, 2020/1441 AH) pp. 124-125

[11]۔ محمد اکرام، شیخ، شبلی نامہ (حیدرآباد: ادارہ ادبیات اردو، س۔ن) 10

Muhammad Ikram, Sheikh, Shibli Nama (Hyderabad: Idara Adbiyat Urdu, N.D.) p. 10

[12]۔ بعض لوگوں کی رائے ہے کہ ان تفردات کا سبب علامہ کا افیون کا ستعمال تھا جس کی وجہ سے وہ ذہنی طور پر متاثر ہو گئے تھے۔ محمد اکرام، شیخ، شبلی نامہ، 256

Ibid. p. 256

[13]۔ دریابادی، عبد الماجد، حکیم الامت (لاہور: ایم شمس الدین تاجران کتب مسلم مسجد، 1976ء) 458-459

Darya Badi, Abdul Majid, Hakeem-ul-Umat (Lahore: M. Shamsuddin Tajran Kutub Muslim Masjid, 1976) pp. 458-459

[14]۔ ایضاً، 463

Ibid, p. 463

تصنیفات سپرد قلم کی گئیں۔ جتنی تنقید علامہ شبلی نعمانی کی اس کتاب سیرۃ النبی ﷺ پر کی گئی ہے اتنی شائد ہی کسی اور سیرت کی کتاب پر کی گئی ہو۔[15] علامہ عبدالحکیم شرف قادری لکھتے ہیں علامہ شبلی کے خیالات کی تردید متعدد علماء نے کی ہے لیکن علامہ توکلی کو ان سب سے اولیت حاصل ہے کیونکہ مولوی عبدالرؤوف داناپوری کی تصنیف اصح السیر 1351ھ / 1932ء عیسوی میں لکھی گئی۔ مولوی محمد ادریس کاندھلوی کی تصنیف 1358ھ / 1939ء کے لگ بھگ لکھی گئی، جب کہ علامہ توکلی کی پیش نظر کتاب غزوات النبی 1341ھ / 1922ء میں چھپ چکی تھی۔[16] ویسے بھی شبلی نعمانی نے سیرت نگاری کے ضمن میں ایک بات کی خاص طور پر تلقین کی ہے کہ حقیقت کو جوں کا توں پیش کر دیا جائے اور اس میں افسانہ طرازی اور رنگ آمیزی سے گریز کیا جائے نیز کسی بھی شخصیت کے صرف روشن اور خوش آئند و دل پسند پہلو ہی کو پیش نہ کیا جائے بلکہ اس کی شخصیت کے تاریک اور سیاہ پہلو بھی نظروں کے سامنے لائے جائیں تاکہ حقیقت کھل کر سامنے آسکے۔ اس پہلو کو خود علامہ شبلی نعمانی نے نئی کتاب کی تصنیف سے بھی زیادہ ضروری قرار دیا ہے۔ اسی اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ تحریر لکھی گئی ہے۔ آئندہ سطور میں ان امور کا ایک انتہائی مختصر سا جائزہ پیش کیا گیا ہے ورنہ تفصیل کے لیے ایک مفصل کتاب درکار ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا عرش خدا پر جلوس

علامہ شبلی نعمانی نے موضوعات ملا علی قاری کے حوالے سے لکھا ہے کہ بغداد میں ایک واعظ نے یہ حدیث بیان کی کہ قیامت میں خدا آنحضرت ﷺ کو اپنے ساتھ عرش پر بٹھائے گا۔ امام ابن جریر طبری نے سنا تو بہت برہم ہوئے اور اپنے دروازہ پر یہ فقرہ لکھ کر لگا دیا کہ خدا کا کوئی ہم نشین نہیں۔ اس پر بغداد کے عوام سخت برافروختہ ہوئے۔ امام موصوف کے گھر پر اس قدر پتھر برسائے گئے کہ دیواریں ڈھک گئیں۔[17] یہ روایت علامہ صاحب نے بیان کر کے یہ تاثر دیا کہ یہ روایت موضوع بھی ہے اور علامہ طبری اس کے سخت خلاف تھے کہ قیامت کے دن اللہ رب العزت آنحضرت ﷺ کو اپنے ساتھ عرش پر بٹھائے گا جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ امام ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں یہ کہا ہے کہ یہ محال نہیں ہے۔ امام ابن جریر کہتے ہیں کہ ہم محمد ﷺ کے عرش پر اقعاد کے منکر نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالی کی معیت میں بیٹھنے کا انکار کرتے ہیں۔ ان میں باریک سا فرق ہے جب کہ علامہ نے بلا تبصرہ نقل کر کے یہ بتانے کی کوشش کی کہ یہ جھوٹ ہے حالانکہ امام ابن جریر نے صراحت کی ہے کہ یہ قول مجاہد محال نہیں ہے۔[18] یعنی علامہ نے یہ تک جاننے کی کوشش

---

[15]۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: الاعظمی، محمد الیاس، ڈاکٹر، کتابیات شبلی (اعظم گڑھ: دارالمصنفین شبلی اکیڈیمی، 2011ء)

See: Al-Azmi, Muhammad Ilyas, Dr., Kitabyat Shibli (Azamgarh: Darul Musanafin Shibli Academy, 2011)

[16]۔ شرف قادری، محمد عبدالحکیم، حرف آغاز مشمولہ غزوات النبی مصنفہ نور بخش توکلی (لاہور: پاکستان سنی رائٹرز گلڈ ریلوے روڈ، 1404ھ / 1981ء) 7

Sharaf Qadri, Muhammad Abdul Hakeem, Harf Aghaz included in Ghazwat-ul-Nabi written by Noor Bakhsh Tawakli (Lahore: Pakistan Sunni Writers Guild Railway Road, 1404 AH/1981) p. 7

[17]۔ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی ﷺ، 1:64-65

Shibli Nu'mani, Sirat al-Nabi, 1:64-65

[18]۔ الطبري، أبو جعفر محمد ابن جریر، م 310ھ، جامع البيان في تأويل القرآن (بيروت: مؤسسة الرسالة، 1420ھ / 2000ء) 17:528

نہیں کی کہ علامہ طبری کا مؤقف اس بارے میں کیا ہے؟ بلکہ وہ تو اس کے قائل ہیں۔
بہت سے مفسرین نے علامہ ابن جریر طبری کی متابعت میں اس روایت کو اپنی تفاسیر میں نقل کیا ہے۔ مثلاً علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا حضرت محمد ﷺ کو عرش پر بٹھانا نہ تو آپ کے لیے صفت ربوبیت کو ثابت کرتا ہے اور نہ آپ کو صفت عبودیت سے نکالنے کا سبب ہے، بلکہ یہ تو آپ کے مقام و محل کو بلند کرنا اور آپ کو اپنی مخلوق پر شرف و عزت عطا کرنا ہے۔ اور رہا اخبار میں آپ کا قول معہ تو یہ اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات کی طرح ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ [19] اور رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ [20] اور وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ [21] اور اسی طرح کے دیگر ارشادات۔ یہ تمام بلند رتبہ، اور درجہ کی طرف عائد ہیں نہ کہ مکان کی طرف۔[22] معلوم ہوا کہ علامہ شبلی نعمانی کا یہ لکھنا کہ علامہ طبری اس کے خلاف تھے، بالکل غلط ہے۔ نیز کثیر علماء اس کے قائل ہیں۔ امام احمد رضا قادری لکھتے ہیں کہ یہ قول تین صحابہ حضرت عبد اللہ بن عباس، عبد اللہ بن مسعود اور عبد اللہ بن سلام سے مروی ہے۔[23] وہ لکھتے ہیں کہ اس کا معنی معیت تشریف و تکریم ہے کہ وہ جلوس و مجلس سے پاک و متعالی ہے۔[24] علامہ ابن تیمیہ بھی اس کے قائل ہیں وہ لکھتے ہیں کہ علما ربانیین اور مقبول اولیاء نے بیان کیا ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور ان کا رب انہیں اپنے ساتھ عرش پر بٹھائے گا۔ نیز یہ بھی لکھا کہ اس امر کا انکار بعض جہمیہ نے کیا ہے۔ ابن قیم، شیخ محمد زکریا کاندھلوی اور دیگر بہت سے علماء بھی اثبات کے قائل ہیں۔[25] نیز کچھ مقامات پر

Al-Tabari, Muhammad bin Jarir, Jami al-Al-Bayan (Beirut: Mosasa Al-Risalah, 1420 AH) 17 :528

[19]۔ بے شک وہ جو تیرے رب کے پاس ہیں۔ القرآن، سورۃ الاعراف، 206:7

Surah Al-A'raf, 7:206

[20]۔ اے میرے رب! میرے لیے اپنے پاس جنت میں ایک گھر بنا۔ القرآن، التحریم، 11:66

Surah At-Tahrim, 66:11

[21]۔ اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر وقت محسنین کے ساتھ ہے۔ القرآن، العنکبوت، 69:29

Surah Al-Ankabut, 29:69

[22]۔ القرطبي، محمد بن أحمد شمس الدين، م 671ھ، الجامع لأحكام القرآن (القاهرة: دار الكتب المصرية، 1364ھ/1964ء) 312:10

Al-Qurtubi,Muhammad bin Ahmad, Al-Jami' li Ahkam al-Qur'an (Cairo: Dar al-Kutub al-Misriyyah, 1364H/1964) 10:312

[23]۔ قادری، احمد رضا، فتاوی رضویہ (لاہور: رضا فاؤنڈیشن، 1426ھ/2005ء) 112:29؛ 175:30؛ 47:15؛ 127:15

Qadri, Ahmad Raza, Fatawa Ridawiyya (Lahore: Raza Foundation, 1426H/2005) 29:112; 30:175

[24]۔ ایضاً، 172:30

Ibid. 30:172

[25]۔ ابن تیمیہ، أحمد بن عبد الحلیم، م 728ھ، مجموع الفتاوی (السعودیة: مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف، 1416ھ/1995ء) 374:4؛ یہاں ابن قیم نے درجنوں علماء کے نام بھی نقل کیے ہیں جو اس بات کے قائل ہیں۔ ابن قیم الجوزیة، محمد بن أبي بكر، م 751ھ، بدائع الفوائد (بیروت: دار ابن حزم، 1440ھ/2019ء) 1380:4؛ کاندھلوی، محمد زکریا، فضائل درود شریف (کراچی: مدینہ پبلشنگ کمپنی مشہور محل میکلوڈ روڈ، س۔ن) 59؛ ملاحظہ ہو: طاہر القادری، ڈاکٹر، اَلْفُتُوْحَاتُ النَّبَوِيَّة فِي الْخَصَائِصِ الأُخْرَوِيَّة (لاہور: منہاج القرآن پبلی کیشنز، 2010ء) 88-127

علامہ صاحب کا استدلال بھی صحیح نہیں ہے یہاں تک کہ بقول سید سلیمان ندوی کچھ مقامات پر تو ترجمہ بھی غلط کر جاتے ہیں۔[26]

الفاظ کا چناؤ

علامہ نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ جس طرف سے گزرتے گھروں سے ماتم کی آوازیں آتی تھیں۔ آپ کو عبرت ہوئی کہ سب کے عزیز و اقارب ماتم داری کا فرض ادا کر رہے ہیں لیکن حضرت حمزہ کا کوئی نوحہ خواں نہیں ہے رقت کے جوش میں آپ کی زبان سے بے اختیار نکلا :

اما حمزة فلا بواكى له[27]

لیکن حضرت حمزہ کا کوئی رونے والا نہیں۔[28]

شبلی نعمانی نے یہاں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو عبرت ہوئی۔ غزوہ خندق کے باب میں دوبارہ لکھا کہ آج بھی وہی عبرت انگیز منظر ہے۔[29] یہاں الفاظ کا چناؤ بھی نامناسب ہے کہ عبرت کے معنی نصیحت، ماضی سے حاصل کیا ہوا سبق اور تعجب وغیرہ کے بیان کیے گئے ہیں۔[30] فیروز اللغات، نور اللغات اور فرہنگ آصفیہ میں بیان کیے گئے ہیں۔ فیروز اللغات میں عبرت کے معنی نصیحت پکڑنا، خوف، اندیشہ کے بیان کیے گئے ہیں۔ نور اللغات میں عبرت کے معنی طبیعت کا ایک حالت میں غفلت سے آگاہی کی طرف جانا، مجازاً نصیحت حاصل کرنا، خوف اور تنبہ کے بیان کیے گئے ہیں۔ فرہنگ آصفیہ میں اس کے معنی طبعیت کا غفلت سے آگاہی اور ہوشیاری کی طرف عبور کرنا مجازاً نصیحت پکڑنا کے بیان ہوئے ہیں۔ ان قدیم اور جدید لغات سے معنی بیان کرنے کے بعد یہ تاویل بھی نہیں ہو سکتی کہ قدیم

Ibn Taymiyyah, Taqi al-Din Abu al-Abbas Ahmad bin Abd al-Halim al-Harrani, Majmu' al-Fatawa (KSA: Mujamma' al-Malik Fahd li Tiba'at al-Mushaf al-Sharif, Al-Madinah al-Nabawiyyah, 1416H/1995) 4:374

[26]۔ ندوی، حیات شبلی، 487

Nadvi, Hayat Shibli, 487

[27]۔ ابن ماجہ میں یہ الفاظ ہیں: «لَكِنَّ حَمْزَةَ لَا بَوَاكِيَ لَهُ» دیکھیں: ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، بَابُ مَا جَاءَ فِي الْبُكَاءِ عَلَى الْمَيِّتِ، 1:507، حدیث 1591

Ibn Majah, Sunan Ibn Majah, Hadith 1591

[28]۔ شبلی نعمانی، سیرت النبی ﷺ (لاہور: ادارہ اسلامیات پبلشرز بک سیلرز ایکسپورٹرز مال روڈ، 1423ھ / 2002ء) 1:242

Shiblī Nuʿmānī, Sīrat al-Nabī ﷺ (Lahore: Idārah Islāmiyāt Publishers, Mall Road, 1423 AH / 2002 CE) 1:242.

[29]۔ ایضاً، 1:288

Ibid, 1:288

[30]۔ قاسمی، وحید الزمان، قاموس الوحید (لاہور: ادارہ اسلامیات انار کلی بازار، س۔ن) مادہ ع ب ر، 1040

Qāsmī, Waḥīd al-Zamān, Qāmūs al-Waḥīd (Lahore: Idārah Islāmiyāt, Anarkali Bazar, N.D.) 1040

اردو میں یہ لفظ ان معنوں میں مستعمل نہ تھا۔[31] اگرچہ ان میں سے ایک معنی تعجب کے لینا یہاں مناسب ہیں لیکن بالعموم یہ لفظ جس معنی میں استعمال ہوتا ہے وہ شان رسالت کے لائق نہ تھا وہ کتاب جو رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی عظمت وشان کے دفاع میں لکھی گئی ہو اس میں اس امر کا لحاظ نہ کرنا افسوس ناک ہے۔ دوسری بات یہ کہ یہاں حضرت حمزہ کے بارے میں جو الفاظ لکھے ہیں کہ اما حمزة فلا بواكى له یہ الفاظ کسی بھی حدیث کی کتاب سے کوشش کے باوجود نہ مل سکے یہاں تک کہ کسی سیرت کی بنیادی کتب میں بھی موجود نہ ہیں۔[32] البتہ معنی کے اعتبار سے یہ روایت اکثر کتب میں موجود ہے لیکن جو شخص روایت بالمعنی پر معترض ہو[33] وہ روایت باللفظ کا خیال نہ رکھے تو محل تعجب ہے۔ غزوہ حنین میں فتح مکہ کے بعد مسلمان ہونے والوں کے لیے "طلقاء یعنی وہ لوگ جو ابھی اسلام نہیں لائے تھے" لکھنا بھی سخت بے ادبی ہے کہ یہ رافضیوں کی عادت ہے کہ وہ سیدنا امیر معاویہ □ و دیگر صحابہ کو طلقاء کہہ کر توہین کا ارادہ کرتے ہیں اور علامہ کا نو مسلم صحابہ کو ایسے لکھنا نامناسب ہے حتیٰ کہ سید سلیمان ندوی نے بھی یہاں اپنے استاد سے اختلاف کیا ہے۔[34]

حضرت ابراہیم کا خواب

علامہ شبلی نعمانی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خواب کو تمثیلی قرار دے کر خطائے اجتہادی کی نسبت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف کر دی ہے۔ یہ علامہ شبلی نعمانی کا ایک ایسا تسامح تھا کہ یہاں خود سید سلیمان ندوی کو بھی یہ کہنا پڑا ہے کہ ہیچ مداں جامع کا ذوق اس واقعہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اجتہادی غلطی ماننے سے ابا کرتا ہے۔ اور یہ سمجھتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جو محبت الٰہی سے سرشار تھے خطائے اجتہادی سے نہیں بلکہ غلبہ شوق اطاعت ومحبت میں اس حکم الٰہی کی تعمیل اپنی طرف سے بالکل بعینہ وبلفظہ کرنے پر آمادہ ہوگئے تاکہ اس ابتلا میں وہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں پورے اتریں اور اپنی طرف سے بیٹے کی جان کی قربانی کی جگہ اس کی خدمت توحید وتولیت کعبہ کے لیے وقف کر دینے کی تاویل کا سہارا لے کر نفس کی متابعت کے شبہ اور دھوکے سے بھی پاک رہیں۔ تا آنکہ اللہ تعالیٰ خود اس حقیقت کو اپنے لفظوں میں واضح فرما دے چنانچہ اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ ادا بہت پسند آئی۔[35] یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ خواب وحی کی اقسام میں سے ہے خواب کو نبوت کا چھیالیسواں حصہ کہا گیا ہے اور علامہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خواب کو جمہور کی

---

[31]۔ دیکھیں: فیروز الدین، مولوی، فیروز اللغات (لاہور: فیروز سنز لمیٹڈ، س۔ ن) ص 890؛ نیر، نور الحسن، نور اللغات (اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، 1985ء)3:696؛ دہلوی، سید احمد، فرہنگ آصفیہ (نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو، 1998ء)2:1350۔1351

Fīrūz al-Dīn, Maulavī, Fīrūz al-Lughāt (Lāhawr: Fīrūz Sons Limited, N.D.) 890.

[32]۔ البتہ کچھ ثانوی مصادر میں یہ الفاظ موجود ہیں۔ لیکن چونکہ علامہ سے متاخر ہیں۔ اس لیے یہ کتب علامہ کا مصدر ومرجع نہیں ہو سکتی: دیکھیں: أحمد، أحمد غلوش، السيرة النبوية والدعوة في العهد المدني (بيروت: مؤسسة الرسالة للطباعة والنشر والتوزيع، 1424ھ/2004ء)365

Ahmad, Ahmad Ghuloosh, Al-Sirah al-Nabawiyyah (Beirut: Mu'assasat al-Risalah, 1424H/2004) 365

[33]۔ شبلی نعمانی، سیرت النبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، 1:81۔82

Shibli Nu'mani, Sirat al-Nabi, 1:81-82

[34]۔ ایضاً، 1:326

Ibid, 1:326

[35]۔ ایضاً، 1:122

Ibid, 1:122

رائے سے ہٹ کر خطائے اجتہادی قرار دے رہے ہیں یہ سراسر استشراق کے اثر کا نمونہ ہے ورنہ وہ کبھی بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خواب کو جمہور کے موقف سے ہٹ کر خطائے اجتہادی قرار نہ دیتے۔

صحت کے حکم میں تسامح

شبلی نعمانی نے بہت سی روایات اور واقعات کے بارے میں یہ کہہ دیا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے حالانکہ یہ صحت کی نسبت تسامح اور غلط فہمی پر مبنی ہے مثلاً حضرت جویریہ کے نکاح کی روایت کو انہوں نے صحیح کہا ہے جب کہ سید سلیمان ندوی کے مطابق یہ روایت مرسل ہے۔[36] اور شبلی نعمانی کے بیان کردہ اصولوں کی روشنی میں ایسے واقعات کو کتب سیرت میں تو جگہ ہی نہیں ملنی چاہیے تھی چہ جائے کہ انہیں بخاری و مسلم و دیگر کتب احادیث کے مقابلے میں ترجیح دی جاتی۔ حافظ ابن حجر کو علامہ کمزور روایتوں کے سہارا اور پشت پناہ کہتے ہیں۔[37] دوسری طرف علامہ ابن حجر کے بیان کردہ امور و اقوال کو مستند سمجھ کر استدلال بھی کرتے ہیں۔[38] کہیں صحیح روایات کو ضعیف اور ضعیف کو موضوع کہہ دیتے ہیں مثلاً حدیث لولاک کو شبلی نعمانی نے ضعیف و موضوع قرار دیا ہے اور اس پر علامہ ابن تیمیہ کے حوالے سے دلیل دی ہے۔[39] لیکن سلف و خلف نے اس کے مفہوم کو درست قرار دیا ہے۔ بہت سے معاصر علماء بھی اسے درست قرار دیتے ہیں۔ ان میں علامہ سید محمد یوسف بنوری اور ، علامہ اشرف علی تھانوی ، علامہ احمد رضا خان قادری، علامہ غلام رسول سعیدی شامل ہیں۔[40]

ولادت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت ظاہر ہونے والے عجائب

علامہ شبلی نعمانی نے ولادت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت ظاہر ہونے والے عجائبات کا انکار کر دیا ہے یا ان کی ایسی تاویل کر دی ہے کہ وہ سراسر بے اثر ہو کر رہ گئے ہیں کیونکہ یہ حسی معجزات میں سے ہیں اور حسی معجزات کا انکار دبستان سرسید کا خاصہ و امتیاز ہے۔ جب کہ جمہور ولادت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت ظاہر ہونے والے عجائبات کو تسلیم کرتے ہیں اور معجزات کے باب میں اسے بیان کیا ہے کہ قبل از نبوت کے معجزات کو ارہاص کہا جاتا ہے۔ جب کہ علامہ اس کی تاویل کرتے ہوئے لکھتے ہیں سچ یہ ہے کہ ایوان کسری نہیں بلکہ شان عجم ، شوکت روم، اوج چین کے قصرہائے فلک بوس گر پڑے۔ آتش فارس نہیں بلکہ جحیم شر، آتش کدہ کفر، آذر کدہ گمرہی سرد ہو کر رہ گئے۔

---

[36]۔ ایضاً، 1:286؛ صدیقی، شبلی نعمانی بحیثیت سیرت نگار، 129

Ibid, v. 1 p. 286; Siddiqi, Shibli Nu'mani Bahaisiyat Sirat Nigaar, 129

[37]۔ ایضاً، 2:416

Ibid, 1:416

[38]۔ ایضاً، 1:66؛ 1:74۔75

Ibid, 1:66, 1: 74-75

[39]۔ ایضاً، 1:61

Ibid, 1:61

[40]۔ بنوری، محمد یوسف، "لولاک لما خلقت الأفلاک" کی حدیثی واسنادی حیثیت، ماہ نامہ بینات جمادی الاول 1438ء بمطابق مارچ 2017ء، 11-12؛ تھانوی، اشرف علی، نشر الطیب (لاہور: مشتاق بک کارنر اردو بازار، 2003ء) 17؛ تھانوی، اشرف علی، امداد الفتاوی (کراچی: مکتبہ دار العلوم، 2010ء) 4:520؛ قادری، فتاوی رضویہ، 30:195؛ ملاحظہ ہو: سعیدی، غلام رسول، مقالات سعیدی (کراچی: ضیاالقرآن پبلی کیشنز، 2014ء) 116-123

Saʿīdī, Ghulām Rasūl, Maqālāt-e-Saʿīdī (Karachi: Ḍhiyāʾ al-Qurʾān Publications, 2014) 116–123.

صنم خانوں میں خاک اڑنے لگی، بت کدے خاک میں مل گیے۔ شیر ازہ مجوسیت بکھر گیا۔ نصرانیت کے اوراق خزاں دیدہ ایک ایک کر کے جھڑ گئے۔[41] ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ جس قدر تحقیق و تنقید کا درجہ بڑھتا جاتا ہے مبالغہ آمیز روایتیں گھٹتی جاتی ہیں، مثلاً یہ روایت کہ جب آنحضرت ﷺ عالم وجود میں آئے تو ایوان کسری کے چودہ کنگرے گر پڑے۔ آتش فارس بجھ گئی، بحیرہ طبریہ خشک ہو گیا۔ بیہقی، ابو نعیم، خرائطی، ابن عساکر اور ابن جریر نے روایت کی ہے لیکن صحیح بخاری اور صحیح مسلم بلکہ صحاح ستہ کی کسی کتاب میں اس کا پتہ نہیں۔[42] کیسا خوبصورت اصول بیان کر رہے ہیں یعنی کسی امر واقعہ کے درست ہونے کے بارے میں ضروری ہے کہ وہ صحیح بخاری یا صحیح مسلم میں ہو یا کم از کم صحاح ستہ میں ہو اور اگر ان کتب میں نہ ہو تو اس کو تسلیم نہ کیا جائے جبکہ حیرت تو یہ ہے کہ علامہ شبلی نعمانی اپنی پوری کتاب میں اکثر مقامات پر اس سے عدول کرتے نظر آتے ہیں۔ انہیں بخوبی معلوم تھا کہ اس اصول پر کوئی بھی شخص پورا نہیں اتر سکتا حتی کہ میں خود بھی اس اصول کو نہیں نبھا پاؤں گا تو انہوں نے اس اصول کو اپنے مقدمے کے شروع میں ذکر بھی نہیں کیا بلکہ وہاں انہوں نے یہ لکھا ہے کہ "مجموعی حیثیت سے سیرت کا ذخیرہ، کتب حدیث کا ہم پلہ نہیں البتہ ان میں سے تحقیق و تنقید کے معیار پر جو اتر جائے وہ حجت اور استناد کے قابل ہے۔[43]" یعنی تحقیق کے معیار پر جو واقعہ پورا اتر جائے گا اسے مان لیا جائے گا جب کہ یہاں اکابرین امت ان ارہاصات کو بیان کر رہے ہیں لیکن بس چونکہ علامہ شبلی نعمانی کا مزاج نہیں چاہتا اس لئے انکار کر دیتے ہیں حالانکہ اب دور جدید میں سب لوگ دیکھ رہے ہیں کہ کسری کے محل کے جو چودہ کنگرے گرے تھے ان کے آثار و نشانات آج بھی دنیا میں موجود ہیں حتی کہ اب تو یوٹیوب پر ویڈیوز موجود ہیں کہ جن میں کسری کے محل کی ٹوٹی دیواریں دیکھ سکتے ہیں۔[44] علامہ اشرف علی تھانوی بھی ان واقعات کو درست تسلیم کرتے ہیں۔[45] جمہور تو اسے تسلیم کرتے ہیں اور تقریباً ہر سیرت نگار نے اسے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے۔ امام حاکم نے کسری کی اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔[46]

علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ صحابہ میں سے کوئی شخص ایسا نہیں جس کی عمر آنحضرت ﷺ کی ولادت کے وقت روایت کے قابل ہو سب

---

[41]۔ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی ﷺ، 1:125

Shiblī Nuʿmānī, *Sīrat al-Nabī*, 1:125

[42]۔ ایضاً، 1:65

Ibid, 1:65

[43]۔ ایضاً، 1:62

Ibid, 1:65

[44] . See please: https://youtu.be/63H56LVutjc?si=kkRTzTpJdDqfiZsi (accessed on 17-12-24)

[45]۔ تھانوی، اشرف علی، م1362ھ، امداد الفتاوی (کراچی: مکتبہ دار العلوم، 1431ھ / 2010ء) 4:520

Thanvi, Ashraf Ali, Imdad al-Fatawa (Karachi: Maktabah Dar al-Uloom, 1431H/2010) 4:520

[46]۔ الحاکم، محمد بن عبد اللہ النیسابوري، م405ھ، معرفۃ علوم الحدیث (الھند: جمعیۃ دائرۃ المعارف العثمانیۃ بحیدر آباد الدکن، 1356ھ / 1937ء) 93

Al-Hakim,Muhammad bin Abdullah, Ma'rifat 'Ulum al-Hadith (India: Jam'iyyat Da'irat al-Ma'arif al-'Uthmaniyyah, 1937) 93

سے معمر حضرت ابو بکر □ ہیں وہ آنحضرت ﷺ سے عمر میں دو برس کم تھے۔ اسی بنا پر میلاد کے متعلق جس قدر روایتیں ہیں ان میں سے اکثر متصل نہیں اور اسی بنا پر بہت دور از کار روایتیں پھیل گئیں۔[47] حالانکہ شبلی نعمانی کا یہ بیان کہ سب سے معمر حضرت ابو بکر □ ہیں درست نہیں ہے کیونکہ حضرت عباس □ جو رسول اللہ ﷺ کے چچا تھے وہ عمر میں رسول اللہ ﷺ سے دو یا تین برس بڑے تھے اور علامہ شبلی نعمانی کا حضرت ابو بکر کو سب سے معمر قرار دینا غلط ہے۔ نیز ولادت کے وقت روایت کے قابل قرار دینے والی بات بھی غلط ہے کہ حضرت ابو بکر □ کے والد محترم جناب ابو قحافہ □ بھی صحابی ہیں اور ان کی ولادت رسول اللہ ﷺ کی ولادت سے تقریباً تیس سال قبل ہوئی تھی کیونکہ 14ھ میں وفات کے وقت ان کی عمر ستانوے برس تھے۔ اس لحاظ سے ولادت رسول ﷺ کے وقت ان کی عمر مبارک تیس یا اکتیس برس کی تھی۔ یہی بات ابن الاثیر نے لکھی ہے۔[48] نیز حضرت حمزہ □ اور حضرت عثمان بن مظعون □ کی ولادت بھی رسول اللہ ﷺ سے قبل ہوئی تھی۔ حضرت عبیدہ بن الحارث □ بھی رسول اللہ ﷺ سے عمر میں تقریباً دس سال بڑے تھے۔ اس لئے یہ دونوں باتیں علامہ شبلی نعمانی کی درست نہیں ہیں۔ البتہ اگلی بات درست ہے کہ بہت سی غلط باتیں بھی پھیلی ہوئی ہیں لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ ولادت کے وقت کی ہر روایت ہی غلط ہے۔

کتب سماوی اور مستشرقین کی کتب پر اعتماد

علامہ شبلی نعمانی نے اکابرین کی کتب پر اعتماد کرنے کی بجائے تورات، زبور، انجیل پر اعتماد کیا ہے جن کی بابت ڈاکٹر حمید اللہ نے لکھا ہے کہ ہماری حدیث کی کمزور سے کمزور کتاب بھی تورات، زبور اور انجیل سے بہتر ہے اور ان کے مقابلے کا بھی تصور نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ ہماری کمزور سے کمزور کتاب میں بھی تمام روایات سند کے ساتھ بیان کی گئی ہیں جبکہ تورات، زبور اور اناجیل میں کن کی روایات ہیں؟ اور کس سند سے ہیں؟ ان باتوں کا کچھ بھی بیان نہیں ہے۔[49] نیز علامہ محمد ادریس کاندھلوی لکھتے ہیں کہ آج کل ایک بدعت درایت کی نمودار ہوئی ہے اس سے اصل روایت گم ہو جاتی ہے مصنف جو اپنی مزعوم درایت سے قائم کرتا ہے اس کو بشکل روایت پیش کرتا ہے حالانکہ وہ روایت اور واقعہ نہیں بلکہ محض اس کی رائے اور تخیل ہے۔[50]

علامہ شبلی نعمانی نے واقدی پر اعتراضات کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ ساری کی ساری جزئیات کو بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔[51] دوسری طرف خود باریک سے باریک بات بھی بیان کرتے ہیں اور بال کی کھال بھی اتار لیتے ہیں لیکن واقدی مستند نہیں ہیں۔

---

[47]۔ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی ﷺ، 1:62-63

Shiblī Nuʿmānī, *Sīrat al-Nabī*, 1:62-63

[48]۔ ابن حجر عسقلاني، أحمد بن علي، م852ھ، الإصابة (بيروت: دار الكتب العلمية، 1415ھ) 4:375؛ ابن الاثير، علي بن أبي الكرم محمد الشيباني الجزري، عز الدين، م630ھ، أسد الغابة في معرفة الصحابة (بيروت: دار الكتب العلمية، 1415ھ/1994ء) 6:245

Ibn Ḥajar ʿAsqalānī, Aḥmad ibn ʿAlī, *al-Iṣābah*(Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1415 AH), 4:375.

[49]۔ ماخوذ: حمید اللہ، ڈاکٹر، خطبات بہاولپور، 139

Ḥamīdullāh, Dr., Khuṭbāt-e-Bahāwalpur, 139.

[50]۔ کاندھلوی، محمد ادریس، سیرۃ المصطفیٰ، 1:14

Kāndhlawī, Muḥammad Idrīs, *Sīrat al-Muṣṭafā*, 1:14.

[51]۔ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی ﷺ، 1:62، 92-93

ایک طرف امام بیہقی، ابونعیم، سہیلی، حلبی، یوسف صالحی، خرائطی، ابن جریر اور ابن عساکر جیسے آئمہ مستند نہیں ہیں لیکن دوسری طرف یورپ کے مستشرق بھی مستند ہیں۔ مثلاً عرب کی اقوام اور قبائل، حکومتیں اور عرب کی تاریخ کو بیان کرتے وقت انہوں نے باریک سے باریک جزئیات کو بیان کیا ہے۔ نیز لٹریری ہسٹری آف داعربس مؤلفہ رینالڈ نکلسن پروفیسر کیمبرج، پروفیسر نولدیکی کی مؤرخین کی تاریخ عالم یعنی ہسٹوریئنس ہسٹری آف ورلڈ، تاریخی جغرافیہ عرب از ریورنڈ فارسٹر اور پروفیسر گستاؤلی بان کی تمدن عرب کا حوالہ دیا ہے [52] دوسری طرف جب علامہ کا دل چاہتاہے تو کسی بات کو رد کر دیتے ہین اور جب دل چاہتا ہے قبول کر لیتے ہیں۔ اس کی دوسری مثال غار ثور کے دہانے پر ببول کے درخت اگنے اور کبوتری کے انڈے دینے کی روایت کو رد کرنا ہے کہ مسند بزاز، زرقانی[53]، روض الانف اور مواہب لدنیہ کے حوالے بھی مستند نہیں ہیں دوسری طرف ہجرت کے گائیڈ عبد اللہ بن اریقط کا ذکر کیا ہے حالانکہ صحاح یا کتب تسعہ وغیرہ میں اس گائیڈ کا نام مذکور نہیں ہے بلکہ صرف اتناذکر ہے کہ وہ شخص بنی الدیل قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا لیکن علامہ نے بلا حوالہ ذکر کیا ہے۔[54] جب کہ عبد اللہ بن اریقط کا نام شرح السنۃ اور طبرانی وغیرہ میں موجود ہے۔[55] یعنی جب دل کیا کتب حدیث پر کتب سیرت کو ترجیح دے دی اور اپنے بیان کردہ اصول بھی یاد نہ رہے۔ جب دل کیا کسی صحیح روایت کو مرسل و منقطع کہہ کر یا درایت و تاویل کا پھند الگا کر یکسر رد کر دیا چاہے اسے پوری امت ہی قبول کیوں نہ کرتی ہو۔ عجیب بات تو یہ بھی ہے کہ کبھی کبھی تحقیق (جو کہ دراصل ان کا اپنا من چاہا مزاج ہے اور اس کا تحقیق سے کوئی تعلق نہیں ہے) کے نام پر کمزور روایات کو صحیح روایات پر ترجیح دے دیتے ہیں۔ ابن حجر جنہیں جمہور اس امت کا عظیم الشان شارح اور محدث مانتے ہیں۔ علامہ انہیں کمزور روایتوں کے سہارا اور پشت پناہ کہتے ہیں۔[56] صرف اس لیے کہ علامہ کا مزاج معتزلہ و استشراق کی فکر کے زیر اثر عقلی ہو چکا تھا جب کہ علامہ ابن حجر جمہور امت کے موافق عقل کو رہبر و رہنما ماننے کے باوجود نقل کو عقل پر ترجیح دیتے ہیں۔ اس لیے علامہ کو ایک آنکھ نہیں بھاتے۔

کتب حدیث پر کتب سیرت کی ترجیح

علامہ شبلی نعمانی نے اپنے مقدمے میں ایک اہم اصول یہ بیان کیا ہے کہ روایات حدیث کو سیرت پر ترجیح دی جائے گی اگرچہ یہ اصول انہوں نے کافی حد تک نبھانے کی کوشش بھی کی ہے لیکن بعض مقامات پر اس اصول سے انحراف بھی کیا ہے مثلاً ایمان ابی طالب کی

Shiblī Nuʿmānī, *Sīrat al-Nabī*, 1:62, 92–93

[52]۔ ملاحظہ ہو: ایضاً، 1:98۔101

Ibid, 1:98-101

[53]۔ علامہ کے بقول سہیلی کے بعد کوئی کتاب اس جامعیت اور تحقیق سے نہیں لکھی گئی۔ دوسری طرف ان کی تحقیق کا رد کرتے ہیں۔ شبلی، سیرۃ النبی، 1:54
Shiblī Nuʿmānī, *Sīrat al-Nabī*, 1:54

[54]۔ ایضاً، 1:182

Ibid, 1:182

[55]۔ البغوي، الحسين بن مسعود، 516ھ، شرح السنۃ (بیروت: المكتب الإسلامي، 1403ھ / 1983ء) بَاب جَامع صِفَاته ﷺ، 13:262، حدیث 3704
Al-Baghawī, Ḥusayn ibn Masʿūd, *Sharḥ al-Sunnah* (Beirut: Al-Maktab al-Islāmī, 1403 AH) ḥadīth 3704.

[56]۔ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی ﷺ، 2:416

Shiblī Nuʿmānī, *Sīrat al-Nabī*, 2:416

بحث[57]۔ حتی کہ سید سلیمان ندوی کو بھی اپنے استاد سے اختلاف ہے۔[58] غزوہ بنو مصطلق سے متعلق بحث میں بخاری و مسلم کی روایت کو منقطع کہہ کر طبقات ابن سعد کی روایت کو ترجیح دی ہے۔[59] بخاری و مسلم میں ہے کہ بنو مصطلق پر بے خبری میں حملہ کیا گیا لیکن چونکہ علامہ شبلی نعمانی کو لگتا تھا کہ اس طرح مستشرقین اعتراض کریں گے اس لیے انہوں نے سرے سے اس روایت کو ہی منقطع کہہ کر اس کا انکار کر دیا۔ یہاں انہوں نے بیک وقت اپنے دو اصولوں سے انحراف کیا ہے۔ علامہ شبلی نعمانی نے واقدی پر تنقید کی ہے اور واقدی کو وضاع، کذاب، نا قابل التفات و نا قابل اعتبار اور بدنام و لغو بیانی کرنے والا قرار دیا ہے[60] یہاں تک لکھا کہ وہ قابل ذکر بھی نہیں۔[61] مگر یہیں اسی غزوے کی بحث میں ابن سعد کی روایت، جو کہ در حقیقت واقدی کی ہی روایت ہے، کو بخاری و مسلم پر بھی ترجیح دے دی ہے۔[62] حضرت جویریہ کی حرم نبوی ﷺ میں داخلے کے بارے میں روایت جو سنن ابو داؤد[63] میں ہے اس پر طبقات ابن سعد کی روایت کو ترجیح دی ہے۔[64]

علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بنو المصطلق پر اس حالت میں حملہ کیا کہ وہ بالکل بے خبر اور غافل تھے اور اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہے تھے ابن سعد نے اس روایت کو بھی نقل کیا ہے لیکن لکھا ہے کہ پہلی روایت زیادہ صحیح ہے اس پر حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا کہ صحیحین کی روایت پر سیرت کی روایتوں کو ترجیح نہیں ہو سکتی۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ صحیحین کی روایت بھی اصول حدیث کی رو سے قابل حجت نہیں کہ اس روایت کا سلسلہ نافع تک پہنچ کر ختم ہو جاتا ہے اور جنگ میں شریک ہونا تو ایک طرف نافع نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا بھی نہ تھا، اس لئے یہ روایت اصطلاح محدثین میں منقطع ہے۔[65] جبکہ حقیقت

---

[57]۔ ایضاً، 1:183

Ibid, 1:183

[58]۔ ایضاً، 1:183

Ibid, 1:183

[59]۔ ایضاً، 1:183

Ibid, 1:183

[60]۔ ایضاً، 1:45۔46

Ibid, 1: 45-46

[61]۔ ایضاً، 1:46

Ibid, 1:46

[62]۔ ایضاً، 1:259

Ibid, 1:259

[63]۔ ابو داؤد، سنن ابو داؤد، بَابٌ فِي بَيْعِ الْمُكَاتَبِ إِذَا فُسِخَتِ الْكِتَابَةُ، 4:22، حدیث 3931

Abū Dāwūd, *Sunan Abī Dāwūd*, ḥadīth 3931.

[64]۔ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی ﷺ، 1:260۔261

Shiblī Nuʿmānī, *Sīrat al-Nabī*, 1:260-261

[65]۔ ایضاً، 1:259

یہ ہے کہ یہ منقطع نہیں ہے بلکہ اس کا سلسلہ سند متصل ہے حتی کہ سید سلیمان ندوی نے بھی لکھا ہے کہ مصنف نے صرف آغاز سند کو ملاحظہ فرما کر اس روایت کو منقطع قرار دیا ہے ورنہ متن حدیث کے بعد تصریح ہے حَدَّثَنِي بِهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، وَكَانَ فِي ذَلِكَ الجَيْشِ یعنی نافع نے اس روایت کو حضرت عبداللہ بن عمر سے سنا جو اس لڑائی میں شریک تھے[66] اس تصریح کے بعد یہ روایت منقطع نہیں باقی رہتی ہے۔[67]

کعب بن اشرف کے قتل کے واقعے کے ضمن میں علامہ شبلی نعمانی نے سیرت ابن ہشام، تاریخ خمیس، تاریخ یعقوبی، طبقات ابن سعد، زرقانی اور سیرت ابن اسحاق سے جزئیات کو نقل کیا ہے۔[68] یہاں علامہ نے اپنے بیان کردہ اصول کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کلبی اور واقدی کی روایات کو بھی نقل کر دیا۔[69] حالانکہ وہ خود ہی تصریح کر چکے تھے کہ کلبی جو بھی نقل کرتا ہے وہ سب جھوٹ ہوتا ہے جبکہ اس کے برعکس یہ واقعہ صحیح بخاری سنن ابو داؤد وغیرہ کتب حدیث میں موجود تھا اسی وجہ سے سید سلیمان ندوی نے حاشیہ میں بخاری کے حوالے سے تفصیلات کو بیان کیا ہے۔ جب کہ علامہ خود یہ اصول بیان کر چکے تھے کہ "سب سے پہلے واقعہ کی تلاش قران مجید میں، پھر احادیث صحیحہ میں، پھر عام احادیث میں کرنی چاہیے اگر نہ ملے تو روایات سیرت کی طرف توجہ کی جائے۔ کتب سیرت محتاج تنقیح ہیں اور ان کے روایات و اسناد کی تنقید لازم ہے۔ سیرت کی روایتیں باعتبار پایہ صحت، احادیث کی روایتوں سے فروتر ہیں اس لئے بصورت اختلاف احادیث کی روایات کو ہمیشہ ترجیح دی جائے گی۔[70]" لیکن اکثر مقامات پر علامہ نے اپنے بیان کردہ اسی اصول سے عدول کیا ہے۔ علامہ شبلی نعمانی نے امام احمد بن حنبل کے حوالے سے لکھا ہے کہ "کلبی کی تفسیر اول سے اخیر تک جھوٹ ہے۔"[71] ایک دوسری جگہ لکھا ہے کہ واقدی اور کلبی مشہور دروغ گو ہیں۔[72] پھر اسی کلبی سے روایت لے کر آتے ہیں۔ جنگ موتہ کے بیان میں شبلی نعمانی نے ابن

Ibid, 1:18

66۔ بخاری، صحیح بخاری، بَابُ مَنْ مَلَكَ مِنَ العَرَبِ رَقِيقًا، فَوَهَبَ وَبَاعَ وَجَامَعَ وَفَدَى وَسَبَى الذُّرِّيَّةَ، 3:148، حدیث 2541
Bukhārī, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, ḥadīth 2541

67۔ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی ﷺ، 1:259

Shiblī Nuʿmānī, *Sīrat al-Nabī*, 1:259

68۔ ایضاً، 1:279

Ibid, 1:183

69۔ الزرقاني، محمد بن عبد الباقي، م 1122ھ، شرح الزرقاني على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية (بیروت: دار الکتب العلمیة، 1996ء) 2:374-376
Al-Zurqānī, Muḥammad ibn ʿAbd al-Bāqī, *Sharḥ al-Zurqānī* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1996), v. 2, pp. 374–376.

70۔ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی ﷺ، 1:84

Shiblī Nuʿmānī, *Sīrat al-Nabī*, 1, 84

71۔ ایضاً، 1:41

Ibid, 1:41

72۔ ایضاً، 2:415

Ibid, 1: 415

اسحاق کی روایت پر اعتماد کر کے جنگ موتہ کی مسلم افواج کو شکست خوردہ لکھاہے جب کہ صحیح بخاری میں ہے کہ حَتَّى أَخَذَ سَيْفٌ مِنْ سُيُوفِ اللَّهِ حَتَّى فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ[73] یہاں تک کہ پھر (کمان) اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار کے پاس آئی اور اللہ تعالی نے انہیں فتح عطا فرمائی۔ لیکن بخاری کی اس واضح روایت کو چھوڑ کر علامہ نے ابن اسحاق کی روایت پر اعتبار کیا اور مسلم فوج کو شکست خوردہ لکھا جو قابل افسوس ہے۔ نیز علامہ شبلی نعمانی نے جنگ موتہ کو غزوہ موتہ کا عنوان دیا ہے۔ حالانکہ ارباب سیر اسے جنگ موتہ کے نام سے یاد کرتے ہیں اور وہ سریہ اور غزوہ میں فرق کرتے ہیں اور اس فرق کو علامہ شبلی نے بھی درست تسلیم کیا ہے اور ارباب سیر کے اتباع میں ہی جنگوں کو سریا اور غزوات کا عنوان دیا ہے لیکن یہاں علامہ شبلی نعمانی ارباب سیر کی خلاف ورزی کر گئے ہیں۔ اگرچہ بخاری نے اپنی صحیح میں اسے غزوہ کے نام سے یاد کیا لیکن اس وقت تک رسول اللہ ﷺ کے تمام معرکوں کو مغازی کے عنوان سے ہی یاد کیا جاتا تھا اور ہر جنگ کو ہی غزوہ کہہ دیا جاتا تھا یہ اصطلاحیں بعد میں مروج ہوئیں اور علامہ کا ان اصطلاحوں سے اعراض کرنا محل نظر ہے۔

علامہ شبلی نے بت پرستی کا بانی عمرو بن لحي کو قرار دیا ہے اور بت پرستی کے آغاز کی یہ تمام تفصیلات معجم البلدان کے حوالے سے ذکر کی گئی ہیں حالانکہ یہ امور بخاری و مسلم، مستدرک، مصنف ابن ابی شیبہ[74] وغیرہ میں موجود ہیں یہ باتیں ان کے حوالے سے بھی بیان کی جاسکتی تھی یعنی یہاں خود علامہ اپنے بیان کردہ اصول سے انحراف کر گئے ہیں۔ علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ " ارباب سیر کو ایک بڑی غلطی یہ ہوئی کہ وہ واقعات کو کتب حدیث میں ان موقعوں پر ڈھونڈتے ہیں جہاں عنوان اور مضمون کے لحاظ سے اس کو درج ہونا چاہیے اور جب ان کو، ان موقعوں پر کوئی روایت نہیں ملتی تو وہ کم درجہ کی روایتوں کو لے لیتے ہیں لیکن کتب حدیث میں ہر قسم کے نہایت تفصیلی واقعات ضمنی موقعوں پر روایت میں آجاتے ہیں اس لئے اگر ہم استقرا اور تفحص سے کام لیا جائے تو تمام اہم واقعات میں خود صحاح ستہ کی روایتیں مل جاتی ہیں، ہماری اس کتاب کی بڑی خصوصیت یہی ہے کہ اکثر تفصیلی واقعات ہم نے حدیث ہی کی کتابوں سے ڈھونڈ کر مہیا کیے، جو اہل سیر کی نظروں سے بالکل اوجھل رہ گئے تھے۔[75]"

حنیف کا معنی

علامہ شبلی نے حنیف کے معنی میں لکھاہے کہ اس کے معنی میں اختلاف ہے حالانکہ ایسا نہ تھا بلکہ اس کے متعدد معنی تھے نہ کہ اختلاف۔ اب اگر علامہ صاحب کی توجیہ کو ہی درست تسلیم کر لیا جائے تو پھر شاید عربی ہی نہیں بلکہ دنیا کی کسی بھی زبان کا کوئی بھی لفظ اختلاف سے محفوظ نہیں ہے۔ لطف کی بات یہ بھی ہے کہ اس کے معنی کافر اور منافق کے بیان کیے۔ حوالے میں مارگولیوس کا نام تو ذکر کیا ہے لیکن ماخذ کونسی کتاب ہے؟ مفقود ہے۔ نیز آگے لکھاہے کہ "ممکن ہے کہ بت پرستوں نے یہ لقب دیا ہو اور موحدین نے فخریہ قبول کر

---

[73]۔ بخاری، صحیح بخاری، بَابُ مَنَاقِبِ خَالِدِ بْنِ الوَلِيدِ، 5:27، حدیث 3757؛ بَابُ غَزْوَةِ مُؤْتَةَ مِنْ أَرْضِ الشَّأْمِ، 5:143، حدیث 4262
Bukhārī, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī: 5:27, Hadith 3757.

[74]۔ ایضاً، بَابُ إِذَا انْفَلَتَتْ الدَّابَّةُ فِي الصَّلاَةِ، 2:65، 1212؛ مسلم، صحیح مسلم، بَابُ النَّارُ يَدْخُلُهَا الْجَبَّارُونَ وَالْجَنَّةُ يَدْخُلُهَا الضُّعَفَاءُ، 4:2190، 50(2856)

Ibid, 2:65, Hadith 1212.

[75]۔ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی ﷺ، 1:94

Shiblī Nuʿmānī, *Sīrat al-Nabī*, 1:94

لیا ہو۔" [76]

یعنی پہلے تو یہ بیان کیا کہ معنی میں اختلاف ہے، پھر اس کے بعد اس کے ایک انتہائی شاذ اور غیر معروف معنی بیان کیے جس کو مفسرین کرام میں سے کسی نے بھی بیان نہیں کیا اور اس بات کا بخوبی ادراک علامہ شبلی نعمانی کو بھی تھا۔ اسی لیے حوالے میں مار گولیوس کا صرف نام بیان کیا ہے مصدر یا مرجع بیان نہیں کیا۔ یہاں تک تو پھر بھی قابل برداشت تھا۔ قرآن پاک میں چونکہ یہ لفظ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے بولا گیا تھا تو ایسے شاذ اور غیر معروف معنی کا اطلاق معروف معنی کے ہوتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے مناسب نہ تھا اور خود علامہ شبلی کے اپنے بیان کردہ تحقیق کے اصولوں کے بھی خلاف تھا کیونکہ انہیں اس کے معروف اور مستند معنی بیان کرنے چاہیے تھے۔ لیکن انہوں نے شاذ اور غیر معروف معنی بیان کیا اور مصدر وماخذ بھی بیان نہیں کیا۔ اگلی حیران کن بات یہ تھی کہ اس پر احتمال کی بنیاد رکھ دی وہ بھی بلاسند بلا حوالہ کہ بت پرستوں نے یہ لقب دیا ہو گا اور موحدین یعنی ایمان والوں نے اسے قبول کر لیا ہو گا اور فخریہ کا سابقہ بھی لگا دیا کہ ایمان والوں کو بت پرست، کافر اور منافق کہتے تھے اور ایمان والوں نے فخریہ اس لقب کو قبول کر لیا۔ ثبوت میں کوئی حوالہ نہیں ہے بلکہ ایک موہوم سے احتمال پر اس کی بنیاد رکھ دی گئی۔ جب کہ حنیف کے معنی اخلاص والے، بیت اللہ کی طرف منہ کرنے والے، استقامت والے، حج والے، استطاعت کے وقت حج کو فرض جاننے والے، اللہ کی فرمان برداری کرنے والے، تمام رسولوں پر ایمان لانے والے لا الہ الا اللہ کی شہادت دینے والے، ماں بیٹی خالہ پھوپھی کو حرام جاننے والے اور تمام حرام کاریوں سے بچنے والے کے بیان کیے گئے ہیں۔[77] علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں: جو شخص ٹیڑھے راستے سے انحراف کر کے سیدھے راستے پر چلے وہ حنیف ہے 'اہل عرب حج اور ختنہ کرنے والے کو حنیف کہتے تھے کیونکہ وہ ملت ابراہیم پر ہے۔[78] لیکن علامہ لکھتے ہیں کہ اس کے معنی میں اختلاف ہے۔ حالانکہ یہ اختلاف نہیں بلکہ تنوع ہے جو کہ دنیا کی ہر زبان میں موجود ہے۔

بلا حوالہ جزئیات

علامہ شبلی نعمانی نے اپنی کتاب میں بہت سے حقائق وواقعات کو بیان کرتے وقت کوئی حوالہ ذکر نہیں کیا بلکہ بغیر حوالہ ذکر کیے وہاں سے گزر گئے ہیں۔ مثلاً مجوسیوں کے محارم سے تعلقات، حقیقی بہنوں سے شادی، قمار بازی، شراب خوری اور زناکاری کی تفصیلات کو تو بیان کیا ہے لیکن کہاں سے؟ کچھ بھی موجود نہیں ہے۔ حالانکہ مجوسیوں کے محارم سے تعلقات کا بیان بخاری، سنن ابو داؤد، مسند احمد ودیگر کثیر

---

[76]۔ ایضاً، 109:1

Ibid, 1:109

[77]۔ ابن أبي حاتم، عبد الرحمن بن محمد، م327ھ، تفسير القرآن العظيم لابن أبي حاتم (السعودية: مكتبة نزار مصطفى الباز، 1419ھ) 1:241-242

Ibn Abī Ḥātim, Abd al-Raḥmān b. Muḥammad, *Tafsīr al-Qurʾān al-ʿAẓīm* (KSA: Maktabat Nizār, 1419 AH) 1:241–242.

[78]۔ الراغب الأصفهاني، أبو القاسم الحسين بن محمد بن المفضل، المفردات في غريب القرآن (بيروت: دار العلم الدار الشامية، 1412ھ) ج1 ص260

Al-Aṣfahānī, Al-Ḥusayn ibn Muḥammad, Al-Mufradāt (Beirut: Dār al-ʿIlm wa al-Dār al-Shāmiyyah, 1412 AH) 1:260.

کتب احادیث میں بھی موجود ہے[79]۔ مثلاً بجالہ کی روایت جس میں مجوسیوں کے بارے میں یہ سب تفصیل موجود ہے[80] اسی جیسی بہت سی جزئیات بہت سے مقامات پر بھی موجود ہیں۔ جن کا استقصاو استیعاب طوالت کا باعث ہے۔ اس لیے صرف انہی مثالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

بحیرا راہب کا واقعہ

رسول اللہ ﷺ کی شان و عظمت اور بچپن کے معجزے یعنی بحیرا راہب کے واقعے کو ماننے سے انکار کر دیا ہے۔ حالانکہ اسے ترمذی، ابن ابی شیبہ، ابن حبان، حاکم، تبریزی، ابن کثیر، خرائطی، قاضی عیاض، ابن تیمیہ، ابن قیم، نے اور جمہور نے روایت کیا ہے۔[81] علامہ ناصر الدین البانی لکھتے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے لیکن حضرت بلال کا ذکر یہاں درست نہیں ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ اسے ترمذی نے حسن قرار دیا ہے، اور اس کی سند کو امام حاکم اور جزری نے مستند کہا ہے، اور اس کی توثیق ابن حجر عسقلانی اور علامہ سیوطی نے کی ہے۔[82]

مولانا شریف الحق امجدی اس واقعے سے متعلق لکھتے ہیں: جدید مصنفین نے یہ جواب دیا کہ یہ واقعہ سرے سے بے بنیاد ہے اسے ثابت کرنے کے لئے اجلہ محدثین پر وہ طعن و تشنیع کی ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔[83] چونکہ اس واقعے پر مستشرقین نے اعتراض کیا تھا۔ اس لیے علامہ شبلی نعمانی نے اس واقعے کو ہی ماننے سے اعتراض کر دیا کہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ اس واقعے پر اعتراض یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اسلام کے احکامات دراصل اس راہب سے اخذ کیے تھے۔ حالانکہ اسلام اور عیسائیت کی تعلیمات اور احکامات میں زمین و آسمان کا فرق ہے نیز بارہ سال کی عمر میں یہ واقعہ ہوا اور اٹھائیس سال بعد اس کا ظہور ہوا۔ یہ اور اس طرح کی دیگر بہت سی بدیہیات کے ہوتے ہوئے کوئی ضرورت ہی نہ تھی کہ اس کا انکار کر دیا جاتا لیکن علامہ نے انکار کر دیا۔ دوسری وجہ حیرت یہ ہے کہ علامہ ابن حجر نے بھی اس روایت کی توثیق کی ہے لیکن علامہ قبول کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ دوسری طرف انہی علامہ ابن حجر کی توجیہات کو مستند جان کر

---

[79]۔ بخاری، صحیح بخاری، بَابُ الجِزْيَةِ وَالمُوَادَعَةِ مَعَ أَهْلِ الحَرْبِ، 96:4، حدیث 3156؛ ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، م 275ھ، سنن ابو داؤد (بیروت: المکتبۃ العصریۃ، صیدا، س۔ن) بَابٌ فِي أَخْذِ الْجِزْيَةِ مِنَ الْمَجُوسِ، 168:3، حدیث 3043

Bukhārī, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, ḥadīth 3156.

[80]۔ احمد بن حنبل، م 241ھ، المسند (بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ، 2001ء) مُسْنَدُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ الزُّهْرِيِّ □، 196:3، حدیث 1657

Aḥmad ibn Ḥanbal, al-*Musnad* (Beirut: Muʾassasat al-Risālah, 2001) ḥadīth 1657.

[81]۔ ترمذی، محمد بن عیسی، جامع ترمذی (مصر: شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابي الحلبی، 1995ء) بَابُ مَا جَاءَ فِي بَدْءِ نُبُوَّةِ النَّبِيِّ ﷺ، 590:5، حدیث 3620

Tirmidhī, Muḥammad ibn ʿĪsā, Al-Jāmiʿ (Egypt: Sharikat Maktabat Muṣṭafā al-Bābī al-Ḥalabī, 1995) ḥ. no. 3620.

[82]۔ البانی، محمد ناصر الدین، م 1420ھ، الموسوعۃ (الیمن: مرکز النعمان للبحوث والدراسات الإسلامیۃ وتحقیق التراث والترجمۃ، 1431ھ / 2010) 244:8

Al-Albānī,Muḥammad Nāṣir al-Dīn (Yemen: Markaz al-Nuʿmān, 1431 AH / 2010)8:244.

[83]۔ امجدی، شریف الحق، اشرف السیر (مئو: دائرۃ البرکات کریم الدین پور برکات نگر گھوسی، 1420ھ / 1999ء) ص 19

Amjadī, Sharīf al-Ḥaq, *Ashraf al-Siyar* (Mau: Dāʾirat al-Barakāt, Karīm al-Dīn Pūr, Barakāt Nagar Ghosi, 1420 AH) 19.

استدلال بھی کرتے ہیں۔[84]

جہاد دفاعی یا اقدامی

علامہ شبلی نعمانی کا مؤقف ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا جہاد دفاع کے لیے تھا اور آپ ﷺ نے کبھی بھی اقدامی جہاد نہیں کیا۔ انہوں نے اپنے اس مؤقف کو ثابت کرنے کے لئے جمہور سے اختلاف کیا ہے کیونکہ جمہور کا نقطہ نظر یہ نہیں ہے۔ شاید یہی وجہ تھی کہ شبلی نعمانی نے جہاد کی منسوخی کا فتوی بھی دیا تھا۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے بھی علامہ شبلی نعمانی سے اختلاف کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ یہی وجہ ہے میں ان لوگوں سے متفق نہیں ہوں جو قریشی قافلوں کو لوٹنے کے لئے بھیجی ہوئی مہموں ہی سے انکار کرتے ہیں شبلی مرحوم نے كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ[85] کی آیت سے استدلال کر کے کم از کم جنگ بدر کی حد تک اپنی رائے کو مستحکم کر لیا ہے کہ آنحضرت ﷺ قافلے کو روکنے کے لیے نہیں بلکہ قریشی امدادی دستے سے مقابلے کے لئے نکلے تھے لیکن اِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ[86] کی صریح آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ سے چلتے وقت مسلمانوں کو یقین نہ تھا کہ آیا وہ قافلے سے ملیں گے یا امدادی دستے سے مڈبھیڑ ہو گی۔ دونوں امکانات تھے۔[87]

اسلاف پر تنقید

علامہ شبلی نعمانی جب تنقید کرنے پر آتے ہیں تو بے لاگ تنقید کرتے ہیں اور بیک جنبش قلم سارے کے سارے اسلاف کو اور سارے اسلامی لٹریچر کو ناقابل اعتبار قرار دے دیتے ہیں مثلاً لکھتے ہیں کہ واقعہ یہ ہے کہ سیرت کی تصنیفات میں سے ایک بھی نہیں جو استناد کے لحاظ سے بلند رتبہ ہو۔[88] اب یہاں علامہ شبلی نے اپنے نقطہ نظر کے مطابق سیرت کے تمام لٹریچر کو ناقابل اعتبار قرار دے دیا ہے۔ اسلاف جن کتابوں پر فخر کرتے رہے علامہ شبلی نعمانی انہیں مرجوح اور ناقابل قبول قرار دے رہے ہیں۔ علامہ شبلی نعمانی نے خود لکھا ہے کہ تعصب کی ایک چنگاری سینکڑوں خرمن معلومات کو جلانے کے لیے کافی ہے۔[89] اسی طرح استشراق کا معمولی سا اثر بھی پوری

---

[84]۔ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی ﷺ، 1:254؛ 1:74۔75

Shiblī Nuʿmānī, *Sīrat al-Nabī*, 1:254; 74-75

[85]۔ جیسے انھیں زبردستی موت کی طرف دھکیلا جا رہا ہو۔ دیکھیں: القرآن، سورۃ الانفال، 8:6

Al-Qurʾān, Sūrat al-Anfāl, 8:6

[86]۔ اور مسلمانو! یاد کرو جب اللہ نے تم سے وعدہ فرمایا کہ دو گروہوں (لشکر اور قافلے) میں سے ایک تمہارے لیے ہے، اور تم یہ چاہتے تھے کہ جو گروہ کیل کانٹے سے لیس نہیں ہے وہ تمہیں ملے۔ القرآن، سورۃ الانفال، 8:7

Al-Qurʾān, Sūrat al-Anfāl, 8:7

[87]۔ حمید اللہ، ڈاکٹر، عہد نبوی کے میدان جنگ (لاہور: ادارہ اسلامیات 190۔ انارکلی بازار، 1982ء) 32۔33

Ḥamīdullāh, Dr., *ʿAhd-e-Nabawī ke Maidān-e-Jang* (Lahore: Idārah Islāmiyāt, 190 Anarkali Bazar, 1982) 32–33

[88]۔ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی ﷺ، 1:92

Shiblī Nuʿmānī, *Sīrat al-Nabī*, 1:92

[89]۔ ایضاً، 1:92

کتاب کو بے اثر و بے اعتبار بنانے کے لیے کافی ہے یہی کچھ علامہ شبلی کے ساتھ ہوا۔ پوری امت محدثین کی تعریف میں رطب اللسان ہے اس لیے کہ محدثین نے وہ کام کیے ہیں اور تحقیق و تدوین کے وہ اصول وضع کیے جو پوری دنیا میں کہیں بھی، کسی بھی قوم وملت میں نہیں ہوئے۔ اور دنیا آج تحقیق کی بلندیوں کو پہنچنے کے باوجود بھی انہی کے مرتب کردہ اصولوں سے استفادہ کر رہی ہے۔ لیکن علامہ شبلی محدثین پر اور راویان حدیث پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ہر موقع پر محض راوی کا ثقہ ہونا کافی نہیں ثقات بھی غلطی کر سکتے ہیں اور کرتے ہیں اس لیے ضرورت ہے کہ درایت کے جو اصول محدثین نے قائم کیے ہیں اور جن کو بعض جگہ وہ بھول جاتے ہیں ان کی نہایت سختی کے ساتھ پابندی کی جائے۔[90] اب افسوس یہ ہے کہ کیا یہ درایت صحیح احادیث کو رد کرنے، نا قابل قبول یا نا قابل اعتبار ٹھہرانے کے لیے استعمال کی جائے گی یا ضعیف روایات اور کمزور روایات کو قابل قبول بنانے کے لیے بھی استعمال ہو سکتی ہے۔ علامہ شبلی نعمانی نے اس درایت کا استعمال صحیح روایات کو رد کرنے کے لیے کیا اور درایت کی مدد سے انہوں نے صحیح روایتوں کو بھی قبول نہیں کیا جن کو ساری امت قبول کر رہی تھی دوسری طرف اسی درایت کا سہارا لے کر علمائے کرام نے ضعیف روایات کو قبول کیا لیکن علامہ وہاں درایت کا سہارا نہیں لیتے اور سیدھا سیدھا روایتوں پر جرح کر کے اور روایتوں کو نا قابل قبول قرار دے کر آگے گزر جاتے ہیں کہ یہ روایتیں اس قابل نہیں ہیں کہ ان سے استدلال کیا جا سکے یا ان سے کوئی مسئلہ اخذ کیا جا سکے۔ مثلاً ولادت نبوی کے جو واقعات ہیں آج درایت انہیں قبول کر رہی ہے لیکن علامہ نے کہیں پر بھی اسے قبول نہیں کیا۔ علامہ نے لکھا تھا کہ کتب سیرت اور تاریخ کی روایات کو قبول نہیں کیا جائے گا بلکہ صحاح ستہ اور کتب حدیث کی روایات کو قبول کیا جائے اور واقعات کی تمام تفصیلات کو کتب تاریخ اور سیرت میں نہ ڈھونڈا جائے بلکہ کتب حدیث میں ڈھونڈا جائے تو ساری تفصیلات مل سکتی ہیں لیکن دوسری طرف خود علامہ کتب تاریخ اور سیرت کو پڑھتے ہیں اور براہ راست کتب حدیث سے استفادہ نہیں کرتے اس کی واضح مثال الاصابہ کے حوالے سے طلحہ بن براء صحابی کے واقعہ کا بیان ہے۔ علامہ لکھتے ہیں حافظ ابن حجر نے اصابہ میں ابو داؤد وغیرہ کی سند سے پورا واقعہ نقل کیا ہے۔[91] اب دیکھنا یہ ہے کہ اگر علامہ نے براہ راست حدیث کی کتاب کو پڑھا ہوتا تو وہ کبھی بھی اصابہ کا حوالہ نہ دیتے وہ کہتے کہ ابو داؤد شریف میں یہ تفصیل موجود ہے اور اگر انہوں نے وضاحت کرنی ہوتی تو وہ یہ کہتے کہ ابو داؤد شریف میں اتنی واقعات کی جزئیات موجود ہیں اور مزید جزئیات حافظ ابن حجر نے اصابہ میں بیان کی ہیں لیکن یہ الٹ ہو رہا ہے علامہ اپنے بیان کردہ اصول کو بھول گئے ہیں اور علامہ نے حافظ ابن حجر کی اصابہ کے حوالے سے ابو داؤد کا حوالہ نقل کیا ہے جو ویسے بھی تحقیق کے اصولوں کے خلاف ہے کہ واقعات کو بنیادی مصادر و مراجع سے نقل کرنا چاہیے نہ کہ ثانوی مصادر و مراجع سے۔

علامہ شبلی لکھتے ہیں کہ مغازی کا بڑا حصہ امام زہری سے منقول ہے لیکن ان کی اکثر روایتیں جو سیرت ابن ہشام اور طبقات ابن سعد وغیرہ میں مذکور ہیں منقطع ہیں یعنی اوپر کے راویوں کے نام مذکور نہیں۔[92] نیز واقدی کو غیر مستند قرار دینا بھی علامہ شبلی کی ہی ایجاد کردہ

Ibid, 1:92

[90]۔ ایضاً، 93:1

Ibid, 1:93

[91]۔ ایضاً، 276:1

Ibid, 1: 276

[92]۔ ایضاً، 65:1

Ibid, 1:65

اختراع ہے کیونکہ واقدی کی مرویات دربارہ احکام بھی مقبول ہیں اور سیر و مغازی کے وہ بالاتفاق امام مستند ہیں۔[93] علامہ شبلی نے لکھا کہ جو روایتیں واقدی کی کتاب میں مذکور ہیں ان کو لوگ عموماً غلط سمجھتے ہیں لیکن انہی روایتوں کو جب ابن سعد کے نام سے نقل کر دیا جاتا ہے تو لوگ ان کو معتبر سمجھتے ہیں حالانکہ ابن سعد کی اصلی کتاب ہاتھ آئی تو پتہ لگا کہ ابن سعد نے اکثر روایتیں واقدی ہی سے لی ہیں یوں طبقات ابن سعد کو بھی غیر مستند قرار دے دیا۔[94] ابن سعد کی نصف سے زیادہ روایتیں واقدی کے ذریعہ سے ہیں اس لیے ان روایتوں کا وہی رتبہ ہے جو خود واقدی کی روایتوں کا ہے۔[95]

علامہ شبلی لکھتے ہیں کہ پیغمبر کو ناگزیر طور پر جنگی واقعات پیش آتے ہیں اس خاص حالت میں وہ بظاہر ایک فاتح یا سپہ سالار کے رنگ میں نظر اتا ہے لیکن یہ پیغمبر کی اصلی صورت نہیں ہے پیغمبر کی زندگی کا ایک ایک خط و خال تقدس نزاحت علم و کرم ہمدردی عام اور ایثار ہوتا ہے بلکہ عین اس وقت جب کہ اس پر سکندر اعظم کا دھوکا ہوتا ہے ژرف بین نگاہ فورا پہچان لیتی ہے کہ سکندر نہیں بلکہ فرشتہ یزدانی ہے۔[96] یعنی علامہ شبلی نعمانی نے روایتوں کو رد کر دینے کا سبب یہ بتایا ہے کہ ژرف بین نگاہ اگر بندے کے پاس ہو تو وہ روایتوں کو رد کر سکتا ہے یہی کچھ مولانا مودودی نے بھی کہا ہے اور غالبا مولانا مودودی نے بھی یہ فکر مولانا شبلی نعمانی سے ہی مستعار لی ہے۔ علامہ شبلی نے لکھا ہے کہ واقدی کی لغو بیانی مسلمہ عام ہے اور اس لیے ان کی شہرت بدنامی کی شہرت ہے۔[97]

تعارضات

ویسے تو پوری کتاب ہی تضادات اور تعارضات سے بھری پڑی ہے[98] لیکن کچھ تعارضات بڑے دلچسپ ہیں مثلاً علامہ لکھتے ہیں کہ جو واقعات بخاری و مسلم وغیرہ میں مذکور ہیں، ان کے مقابلہ میں سیرت یا تاریخ کی روایت کی کوئی ضرورت نہیں۔[99] اور ایمان ابی طالب کی بحث کو دیکھا جائے تو علامہ نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایات کو بھی قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے اور سیرت و تاریخ کی کتب کی

---

[93] ۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: امجدی، اشرف السیر، 35

Amjadī, *Ashraf al-Siyar*, p. 35.

[94] ۔ ایضاً، 1:67

Ibid, 1:67

[95] ۔ ایضاً، 1:62

Ibid, 1:62

[96] ۔ ایضاً، 1:74

Ibid, 1:74

[97] ۔ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی ﷺ، 1:44

Shiblī Nuʿmānī, *Sīrat al-Nabī*, 1:44

[98] . See please: Qadri, Dr. Allah Ditta, قریش کا تحمل یا شبلی نعمانی کا تفرد (Quraysh's Tolerance or Shibli Nomani's Distinctiveness), (June 14, 2024). Available at SSRN: https://ssrn.com/abstract=4864561 or http://dx.doi.org/10.2139/ssrn.4864561

[99] ۔ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی ﷺ، 1:93

Shiblī Nuʿmānī, *Sīrat al-Nabī*, 1:93

مرجوح روایات سے جناب ابو طالب کے اسلام کو ثابت کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کیا۔[100] دوسری طرف یہی علامہ اسی کتاب میں کچھ صفحات کے بعد جناب ابو طالب کو اپنے قلم سے کافر لکھتے ہیں مثلاً فتح مکہ کی بحث میں لکھتے ہیں لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا کہ حضور قیام کہاں فرمائیں گے؟ کیا اپنے قدیم مکان میں؟ شریعت میں مسلمان کافر کا وارث نہیں ہو سکتا۔ابو طالب (آنحضرت ﷺ کے عم) نے جب انتقال کیا تھا تو ان کے صاحبزادے عقیل اس وقت کافر تھے اس لئے وہی وارث ہوئے۔ انہوں نے یہ مکانات ابو سفیان کے ہاتھ بیچ ڈالے تھے۔ اس بنا پر آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عقیل نے گھر کہاں چھوڑا کہ اس میں اتروں؟ اس لئے مقام خیف میں ٹھہروں گا۔ یہاں قریش نے ہمارے خلاف کفر کی تائید پر باہم عہد و پیمان کیا تھا۔[101] یہاں علامہ نے دبے لفظوں میں جناب ابو طالب کو کافر قرار دے دیا ہے جبکہ اس سے قبل خود ہی انہوں نے جناب ابو طالب کے اسلام کو ثابت کیا اور خود ہی اپنے قلم سے انہیں کافر قرار دے دیا۔ ایسے موقع پر ہی کہتے ہیں:

خرد کا نام جنوں پڑ گیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے[102]

ایک طرف لکھا کہ سیرت کی تصنیفات میں سے ایک بھی نہیں جو استناد کے لحاظ سے بلند رتبہ ہو۔[103] پھر سہیلی اور زرقانی کو سراہا لکھا کہ سہیلی کے بعد کوئی کتاب اس جامعیت اور تحقیق سے نہیں لکھی گئی۔[104] علامہ ذہبی کی تحقیقات کو مستند مان کر استدلال کرتے ہیں[105] یہاں تک کہ امام حاکم پر علامہ ذہبی کی تحقیق کو سراہا ہے۔ اور پھر ارہاصات کے ضمن میں ان دونوں کی تحقیق کو قبول بھی نہیں کرتے۔ حالانکہ ان معجزات کو ابن ہشام، علامہ سہیلی، ابن کثیر اور علامہ ذہبی اور دونوں قبول کر رہے ہیں[106] لیکن علامہ انہیں قبول کرنے کو تیار

---

[100]۔ ایضاً، 1:184

Ibid, 1:184

[101]۔ ایضاً، 1:313

Ibid, 1:313

[102]۔ حسرت موہانی، سید فضل الحسن، م 1951ء، کلیات حسرت موہانی (لاہور: کتاب منزل کشمیری بازار، 1959ء) 88

Ḥasrat Mohānī, Sayyid Faḍl al-Ḥasan, *Kulliyāt-e-Ḥasrat Mohānī* (Lahore: Kitāb Manzil, Kashmiri Bazar, 1959) 88

[103]۔ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی ﷺ، 1:92

Shiblī Nuʿmānī, *Sīrat al-Nabī*, 1:92.

[104]۔ ایضاً، 1:54

Ibid, 1:54

[105]۔ ایضاً، 1:47

Ibid, 1:47

[106]۔ دیکھیں: السھیلي، عبد الرحمن بن عبد الله، م 581ھ، الروض الأنف (بیروت: دار إحیاء التراث العربي، 1421ھ/2000ء) 1:71-73

Al-Suhaylī, Abd al-Raḥmān ibn ʿAbd Allāh, *Al-Rawḍ al-Unuf* (Beirut: Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, 1421 AH) 1:71–73

نہیں ہیں۔

نتائج

علامہ شبلی نعمانی کی کتاب سیرۃ النبی ﷺ کتب سیرت میں ایک بہت اہم اور قابل قدر اضافہ ہے۔ اس میں علامہ کا مقدمہ بہت زبردست ہے جس میں انہوں نے سیرت نگاری سے تعرض کیا ہے اور سیرت نگاری کے اہم اصول ومبادی کو بیان کیا ہے تاہم علامہ شبلی نعمانی خود بھی اپنی سیرت کی اس کتاب میں اپنے ہی قائم کردہ معیار پر پورا نہیں اتر سکے اور اپنے مقدمے میں لکھی گئی باتوں کی بھی بہت سے مقامات پر خلاف ورزی کر گئے ہیں۔ جس کا ایک بہت بڑا سبب استشراقی فکر کے اثرات تھے۔ ذیل میں کچھ اہم نکات درج کیے جاتے ہیں:

- کتب سیرت کو کتب حدیث پر بہت سے مقامات پر ترجیح دے دی ہے۔ کہیں ضعیف روایات کو صحیح روایات پر ترجیح دے دی ہے۔ بہت سے مقامات پر صحیح روایات کو قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ کہیں ضعیف روایت کو صحیح کہہ جاتے ہیں۔
- جمہور کے مؤقف کی اکثر مقامات پر خلاف ورزی کرتے نظر آتے ہیں۔ جمہور کے مؤقف کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں بلکہ اکثر مقامات پر جمہور کے مؤقف کو رد کرنے کے لئے درایت اور تاویل کا سہارا لے لیتے ہیں۔ اور جب دل کرتا ہے تو اسی درایت اور تاویل کا سہارا لے کر اپنے من چاہے مزاج کو ثابت کرنے کے لئے ضعیف روایات کو صحیح روایات پر ترجیح دے دیتے ہیں۔
- علامہ شبلی نعمانی نے اپنی کتاب میں رسول اللہ ﷺ کو عبقری انسان، اخلاقی رہنما اور مصلح اعظم کے طور پر پیش کیا ہے لیکن بطور نبی ﷺ پیش کرنے سے بہت سے مقامات پر عدول کر گئے ہیں یا پس انداز و نظر انداز کر گئے ہیں۔ اسی وجہ سے انہوں نے نبوت اور وحی کے پہلو کو بھی پس پشت ڈال دیا ہے۔
- اکثر مقامات پر حسی معجزات کا انکار کر دیا ہے۔ حسی معجزات کا انکار دبستان سرسید کی خصوصیت وانفرادیت ہے۔ ان کی کتاب میں بہت سے تضادات اور تعارضات موجود ہیں اور اپنی لکھی گئی باتوں کا خود ہی رد کر دیتے ہیں۔

سفارشات

- استشراق (Orientalism) کے بنیادی نظریات اور اس کی علمی تحریکات کا تفصیلی جائزہ لیا جائے۔ برصغیر میں استشراقی اثرات اور مسلم اسکالرز، بالخصوص علامہ شبلی نعمانی، پر اثرات کا تجزیہ کیا جائے۔
- علامہ شبلی کی علمی و تحقیقی کاوشوں کا تنقیدی جائزہ لیا جائے کہ کس حد تک وہ استشراقی نظریات سے متاثر ہوئے یا ان کا رد پیش کیا۔ ان کی کتاب سیرۃ النبی ﷺ میں مستشرقین کے اعتراضات کا رد پیش کرنے کی حکمت عملی پر روشنی ڈالی جائے۔
- شبلی نعمانی کے سیرت نگاری کے اسلوب کو مستشرقین کے مناہج تحقیق سے موازنہ کیا جائے۔ ان کی تحریروں میں کہیں کہیں مستشرقین کے علمی طرزِ استدلال کا اثر نظر آتا ہے یا نہیں، اس پر تحقیقی گفتگو کی جائے۔
- شبلی کی سیرت نگاری میں تاریخی و عقلی استدلال کو جانچنے کے لیے مستشرقین کے بیانیے اور شبلی کی فکر کا تقابلی مطالعہ کیا جائے۔ سیرۃ النبی ﷺ میں مستشرقین کے اعتراضات کے جوابات کی نوعیت (روایتی، تحقیقی، عقلی) کا تجزیہ کیا جائے۔
- مزید تحقیق کے لیے سیرت نگاری پر استشراق کے اثرات اور برصغیر کے دیگر مسلم علماء پر استشراق کے اثرات، کے موضوع پر تحقیقی مقالات تحریر کروائے جائیں۔